قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ

رسالہ الہامی گرگٹ کے

بازاری تمسخر

کا

جواب

از

ایچ علی

بازاری تمسخر

ابتداء سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا آیا ہے اس پر نگاہ ڈالیں تو عجیب و غریب مسخرے ہمیں ملتے ہیں جو گندی اور بازاری زبان کے ساتھ ان برگزیدہ بندوں پر گند اچھالتے ہیں۔ پس سوائے اس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ انسان انہیں حق اور صبر کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرے اور بعد ازاں ان کا معاملہ خدا کو سونپ دے۔

رسالہ ’’الہامی گرگٹ‘‘ کا جواب زیر نظر کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس کا مصنف کس قماش کے لوگوں میں سے ہے اس رسالہ کے نام سے ہی واضح ہے اور اس کا ذوقِ شعری بھی اس شعر سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے جو سرورق پر سجایا گیا ہے کہ

؎ زمانہ اپنی ہر کروٹ میں لاکھوں رنگ بدلتا ہے
مگر اس کو بھی حسرت ہے کہ ہو گرگٹ نہیں سکتا

بسا اوقات کم علم اور سادہ مزاج عوام اس قسم کے گھٹیا لٹریچر سے بھی اثر لے لیتے ہیں اس لئے مجبوراً اس قسم کے بیہودہ بازاری اعتراضات کا سنجیدگی سے جواب پیش کرنا ضروری ہے۔

فہرست

۱۔ اعلی درجہ کا نور ۲
۲۔ نام نہاد اجماع ۱۱
۳۔ خود کاشتہ پودا ۲۰
۴۔ دیہاتی اور زمیندار ۲۴
۵۔ مبلغِ اسلام ۲۶
۶۔ خدانمائی کا آئینہ ۳۰
۷۔ امام حسینؓ اور امام مہدیؑ ۳۶
۸۔ شفیع کامل ۴۱
۹۔ غلامِ احمدؐ۔ عکسِ کامل ۴۵
۱۰۔ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ ۴۹
۱۱۔ بیت اللہ ۵۲
۱۲۔ حجرِ اسود ۵۳
۱۳۔ اسمہٗ احمدؐ ۵۶
۱۴۔ رحمۃٌ للعالمین ۵۸
۱۵۔ خاتم الانبیاءؐ ۶۲
۱۶۔ میکائیل ۶۶

۱۷۔ افضل الانبیاء۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ۶۹
۱۸۔ خدا کے مظہر ۷۳
۱۹۔ بمنزلۂ اولاد ۷۶
۲۰۔ ایمان کا پانی ۸۱
۲۱۔ باغ کا مالک ۸۶
۲۲۔ اطفال اللہ ۸۹
۲۳۔ کن فیکون ۹۶
۲۴۔ الافناء والاحیاء ۱۰۴
۲۵۔ سبحان ربی الاعلیٰ ۱۰۹
۲۶۔ دار النجات ۱۱۰
۲۷۔ ’’میں خدائے وقت ہوں‘‘ ۱۱۵
۲۸۔ عقائد حقہ اسلامیہ ۱۱۹
۲۹۔ سچائی کے گن ۱۲۷

پیش لفظ

اللہ کے فرستادہ بندوں پر ازل سے جو زہر افشانیاں ہوتی چلی آئی ہیں ان کی تاریخ دردناک اور طویل ہے۔ ۔۔ جس تمثیلی سانپ نے حوا اور آدمؑ پر زہر افشانی کی تھی وہی ہمیشہ کینچلیاں اور کچلیاں بدل بدل کر ہر دور میں خدا کے بندوں کے خلاف زہر اگلتا رہا۔ ۔۔ زہر تو وہی رہتے ہیں ہاں ڈسنے والی کچلیاں بدلتی رہتی ہیں۔ ۔۔ ’’الہامی گرگٹ‘‘ کے مصنف بھی اسی طویل المیہ داستان کا ایک کردار ہیں۔

ایک وضاحت

آخر پر ہم قارئین سے مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے مولوی ابوالبشیر عرفانی صاحب کے سخت نازیبا اور حد سے بڑھے ہوئے جارحانہ اعتراضات کا بھی مطالعہ کرلیا اور ہماری طرف سے محققانہ اور دماغ ودل کو مطمئن کرنے والے جوابات بھی مطالعہ کر لئے۔

ہم نے اپنے جوابات میں جہاں جہاں سختی اختیار کی ہے اگرچہ وہ مولوی صاحب کے بازاری تمسخر اور انتہائی دلآزار رویہ کے مقابل پر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی لیکن اتنی سختی بھی ہم نے بادلِ نخواستہ کی ہے کہ انہیں سمجھایا جائے کہ کسی دوسرے فرقہ یا جماعت کے مذہبی راہنما پر اس طرح بہیمانہ حملہ کرنا اسلام کی تعلیم کے سخت مخالف ہے اور جن لوگوں کے بزرگوں پر حملہ کیا جائے ان کے لئے سخت تکلیف کا موجب بنتا ہے۔

چونکہ مولوی صاحب کی نیت محض آزار پہنچانا ہے اور عوام الناس کو مشتعل کرنا ہے تاکہ وہ جماعت احمدیہ پر صرف زبان کے ہی چرکے نہ لگائیں بلکہ عملاً انہیں مالی و جانی نقصان بھی پہنچائیں اس لئے انہیں اس دلآزاری کا کچھ نمونہ چکھانے کی خاطر ہم نے کہیں کہیں ان پر جوابی حملہ کیا ہے تاکہ ان کی جہالت اور سفلہ پن کو ننگا کر کے انہیں ان کی تصویر دکھائی جائے۔ اگر اس سے بعض طبیعتوں پر بار ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

آخر پر ہم خداتعالیٰ کی عزت وجلال کے تقدس کی قسم کھا کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ مولوی ابوالبشیر صاحب اور ان کے ہمنوا سراسر جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور جماعت پر ناجائز اتہام لگا کر عامۃ المسلمین کے جذبات کو انگیخت کرتے اور بھڑکاتے ہیں۔ یہ سب اتہام جو انہوں نے لگائے ہیں سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

الناشر

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اعلیٰ درجہ کا نور

مولوی ابوالبشیر عرفانی (علامہ مولوی فاضل) صدر مجلس تحفظِ ختمِ نبوت احمد پور شرقیہ نے ایک پمفلٹ مرتب کیا ہے جسے مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ملتان نے شائع کیا ہے۔ جس قدر ممکن تھا انہوں نے اس میں حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کی کوشش کی ہے۔ اس پمفلٹ کا نام انہوں نے ’’الہامی گرگٹ‘‘ رکھا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ انہوں نے یہ لکھی ہے:۔

> ’’چونکہ کسی ایک دعویٰ پر انہیں (یعنی حضرت مرزا صاحب کو۔ ناقل) قرار نہیں اس لئے ہم نے اس رسالہ کا نام الہامی گرگٹ رکھا ہے۔ جیسے گرگٹ رنگ بدلتا ہے ایسی ہی مرزا صاحب نے دعاوی بدلے ہیں۔‘‘ (صفحہ ۶)

اپنی اس تعلّی کو سچا ثابت کرنے کے لئے مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے بعض دعاوی کا ذکر کیا ہے مثلاً یہ کہ آپ مصلح ہیں اور مأمور من اللہ ہیں، مجدد ہیں، محدث ہیں، امام الزمان ہیں، ولی اللہ ہیں اور ولی الرحمان ہیں، نبی اللہ ہیں اور خاتم الخلفاء ہیں، مسیح موعود ہیں، مہدی ہیں، صاحبِ الہام ہیں، رسول ہیں، مظہر انبیاء ہیں یعنی حضرت آدم، شیث، نوح، ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یحیٰ علیہم السلام سے اپنے آپ کو تشبیہ دی ہے۔ اسی طرح یہ کہ آپ نے خود کو حضرت محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل قرار دے کر پیشگوئی اسمہٗ احمد کا مصداق اور ساتھ ہی حضرت خاتم الانبیاء اور رحمۃ للعالمین کا

بروز قرار دیا ہے۔ نیز نبی کرشن اور گوپال، آریوں کا بادشاہ، امین الملک جے سنگھ بہادر وغیرہ کے لقب اختیار فرمائے ہیں۔

ان کے علاوہ مولوی صاحب نے محض نمبر شمار بڑھانے کے لئے تلبیس اور بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے اپنی طرف سے بعض عناوین لگائے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم ان کی تلبیس اور بد دیانتی سے پردہ اٹھائیں۔ معزز قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرنی ضروری سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اس پمفلٹ میں حضرت مرزا صاحب کے حسب ونسب اور آپ کی ذاتی حیثیت کو بھی آپ کے دعاوی میں شمار کیا ہے مثلاً آپ کا چینی الاصل ہونا، اہل فارس میں سے ہونا، برلاس مغل ہونا، بعض دادیوں کی طرف سے بنی فاطمہؓ میں سے ہونا اور پیشگوئیوں کے مطابق حارث (زمیندار) ہونا وغیرہ۔

معزز قارئین! مولوی صاحب علامہ اور مولوی فاضل ہیں جبکہ ایک ان پڑھ اور جاہل مطلق آدمی بھی جانتا ہے کہ ایک شخص اپنی ذاتی حیثیت اور حسب ونسب اور رشتوں کے اعتبار سے کئی حیثیتوں کا حامل ہوتا ہے۔ اگر یہ مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کرنے اور علامہ بننے کے بعد اپنی ذات پر ہی غور کر لیتے تو ذہن پر زور دینے سے انہیں شاید علم ہو جاتا کہ وہ ایک ہی وقت میں ابوالبشیر بھی ہیں اور عرفانی بھی، علامہ بھی ہیں اور مولوی فاضل بھی، احمد پوری بھی ہیں اور پنجابی بھی اور ساتھ ہی پاکستانی بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اپنی ذاتی حیثیتوں پر جب اچھی طرح غور کر لیتے تو پھر انہیں یہ حق تھا کہ اپنے بارہ میں بیشک یہ تبصرہ کرتے کہ ’’وہ عجیب گرگٹ ہیں‘‘۔

مولوی صاحب کی حالت پر ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے سے بڑے پیار سے پوچھا کہ تمہاری والدہ کا بھائی کون ہے؟ بچہ سوچ میں پڑ گیا تو آپؐ نے اس کی سوچ سے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ وہ تو تمہارا ماموں ہوا۔

اگر خدانخواستہ یہ مولوی صاحب وہاں ہوتے تو نجانے کیا کیا تبصرے اس شخص کے بارہ میں کرجاتے جو ایک پہلو سے اس بچے کا ماموں تھا اور ایک پہلو سے اس کی ماں کا بھائی تھا۔

کسی کے بکثرت دعاوی اور اس کے مراتب ومناصب اور صفاتی نام مولوی صاحب کے نزدیک اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہیں۔ ان کے حضرت مرزا صاحب پر اس نوع کے حملہ سے یہ تو قطعی طور پر واضح ہے کہ ان کے دل میں ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر محبت نہیں اور نہ ہی آپؐ کے مقامِ بلند، آپ کے دعاوی، آپ کے منصب اور صفاتی ناموں کا کوئی عرفان ہے۔ ورنہ حضرت مرزا صاحب کی دشمنی میں آپ پر حملہ کرتے ہوئے یہ ضرور سوچتے کہ اس کی زد دراصل مظہر ذاتِ خدا، محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر پڑتی ہے۔ قبل اس کے کہ اس کی تفصیل بیان کریں، ہم قارئین کی خدمت میں چند بزرگانِ امت کے دعاوی پیش کرتے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دعاوی اور ناموں کی کثرت سے ان کے مقام ومرتبہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے، ان کے منصب ومقام میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

اگر یہ دعوے ایسے ہی قابلِ اعتراض ہیں اور مدعی کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہیں جس طرح مولوی صاحب بیان کرتے ہیں اور ان پر وہی نام صادق آتا ہے جو انہوں نے اس پمفلٹ کو دیا ہے تو ہم تو اس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں لیکن مولوی صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ حضرت شمس الدین تبریزؒ کو کیا کہیں گے جو فرماتے ہیں:۔

؎ ہم آدم و آن دم توئی، ہم عیسیٰؑ و مریمؑ توئی
ہمراز و ہم محرم توئی، چیزے بدہ درویش را

(دیوان حضرت شمس الدین تبریزؒ۔ صفحہ ۹)

کہ تو ہی آدمؑ ہے اور تو ہی عیسیٰ و مریم ہے۔

اور پھر حضرت ابن عربیؒ پر کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ جنہوں نے فرمایا:۔

انا القرآن والسبع المثانی

و روح الروح لا روح الاوانی

(فتوحات مکیہ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۷۰۔ مطبوعہ المکتبہ العربیہ مصر)

کہ میں قرآن کریم ہوں اور میں سبع المثانی ہوں۔

نیز کیا عنوان لگائیں گے حضرت بایزید بسطامیؒ پر کہ ان سے جب:۔

پوچھا عرش کیا ہے؟ کہا میں ہوں!

پوچھا کرسی کیا ہے؟ کہا میں ہوں!

پوچھا لوح و قلم کیا ہے؟ کہا میں ہوں!

پوچھا خدا عز و جل کے بندے ہیں ابراہیم و موسیٰ و محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کہا وہ سب میں ہوں!

پوچھا کہتے ہیں خدا عز و جل کے بندے ہیں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام کہا وہ سب میں ہوں!

(تذکرۃ الاولیاء اردو۔ باب ۱۴۔ صفحہ ۱۲۸۔ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز)

اور پھر یہ مولوی صاحب کیا نام دیں گے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو جنہوں نے دعوے کئے کہ:۔

”تعلیم اسماء مردم را من بودم و آنچہ بر نوح طوفان شد و سبب نصرۃ او شد من بودم آنچہ ابراہیم را گلزار گشت من بودم توریت موسیٰ من بودم احیاء عیسیٰ میت را من بودم قرآن مصطفیٰ من بودم والحمد للہ رب العالمین“۔

(التفہیمات الٰہیہ جلد ۱۔ صفحہ ۱۸۔ تفہیم نمبر ۴۔ طبع مدینہ برکی پریس بجنور)

ترجمہ:۔ اسماء کی تعلیم میں تھا اور نوح علیہ السلام کے وقت میں جو طوفان آیا اور اس کی نصرت کا سبب بنا وہ میں تھا۔ ابراہیمؑ پر جب آگ گلزار ہوئی تو وہ میں تھا، موسیٰؑ کی توریت میں تھا۔ عیسیٰؑ

کا احیائے موتی میں تھا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا۔

قارئین کرام! مولوی صاحب کی الٹی منطق کا آپ نے اندازہ لگالیا۔ حقیقت یہ ہے اوراس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ

كَثْرَةُ الْاَسْمَآءِ تَدُلُّ عَلَى شَرْفِ الْمُسَمّٰى وَ فَضْلِهٖ

(تفسیر الخازن۔ جزاول۔ صفحہ ۱۲۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

کہ ناموں کی کثرت مسمی کے بلند مقام، بزرگی اوراس کی فضیلت کا ثبوت ہے۔

اسی وجہ سے سرتاج انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اسمائے مبارکہ سے نوازا گیا کیونکہ:۔

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی وسماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید ومولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں .... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی‘‘۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵۔ صفحہ ۱۶۰۔۱۶۲)

چنانچہ قرآن کریم میں آپ کے جو نام اور منصب بیان فرمائے گئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ آپؐ احمدؐ ہیں وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف:۷)

۲۔ آپؐ محمدؐ ہیں	مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح: ۳۰)
۳۔ آپؐ یٰسٓ ہیں	یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (یٰسٓ: ۲ تا ۴)
۴۔ آپؐ طٰہٰ ہیں	طٰهٰ ۔ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی (طه: ۲، ۳)
۵۔ آپؐ مزمل ہیں	یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ (المزمل: ۲)
۶۔ آپؐ مدثر ہیں	یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ (المدثر: ۲)
۷۔ آپؐ نبی امی ہیں	اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الاعراف: ۱۵۸)
۸۔ آپؐ داعی الی اللہ ہیں	وَ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (الاحزاب: ۴۷)
۹۔ آپؐ سراج منیر ہیں	وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب: ۴۷)
۱۰۔ آپؐ منذر ہیں	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: ۸)
۱۱۔ آپؐ ہادی ہیں	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: ۸)
۱۲۔ آپؐ شاہد ہیں	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (الاحزاب: ۴۶)
۱۳۔ آپؐ مبشر ہیں	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (الاحزاب: ۴۶)
۱۴۔ آپؐ نذیر ہیں	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (الاحزاب: ۴۶)
۱۵۔ آپؐ مزکی ہیں	یُزَكِّیْهِمْ (الجمعه: ۳)
۱۶۔ آپؐ معلم کتاب وحکمت ہیں	یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعه: ۳)
۱۷۔ آپؐ نور ہیں	قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائده: ۱۶)
۱۸۔ آپؐ برہان ہیں	قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (النساء: ۱۷۵)
۱۹۔ آپؐ سراپا ہدایت ہیں	وَ اِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (النمل: ۷۸)
۲۰۔ آپؐ رحمۃ للمومنین ہیں	وَ اِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (النمل: ۷۸)
۲۱۔ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں	وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۸)

۲۲۔ آپؐ امت کے لئے حریص ہیں حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُوْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبه:١٢٨)

۲۳۔ آپؐ رؤف ہیں حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُوْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبه:١٢٨)

۲۴۔ آپؐ رحیم ہیں حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُوْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبه:١٢٨)

۲۵۔ آپؐ گواہ/نگران ہیں لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا (الحج:۷۸)

۲۶۔ آپؐ صاحبِ خلقِ عظیم ہیں اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:۵)

۲۷۔ آپؐ اول المسلمین ہیں وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام:۱۶۴)

۲۸۔ آپؐ رسول اللہ ہیں وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: ۴۱)

۲۹۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: ۴۱)

۳۰۔ آپؐ عبداللہ ہیں وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (الجن: ٢٠)

۳۱۔ آپؐ صاحبِ کوثر ہیں اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر: ۲)

۳۲۔ آپؐ محیی ہیں اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (الانفال: ٢٥)

۳۳۔ آپؐ صاحبِ اسراء ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (بنی اسرائیل: ۲)

۳۴۔ آپؐ صاحبِ قاب قوسین ہیں فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم: ١٠)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں بیان شدہ اسمائے مبارکہ کے علاوہ اپنے یہ نام اور منصب بھی بیان فرمائے۔

۳۵۔ آپؐ الماحی ہیں قال رسول الله صلی الله علیه وسلم …… انا
۳۶۔ آپؐ الحاشر ہیں الماحی الذی یمحوا الله بی الکفر و انا الحاشر الذی
۳۷۔ آپؐ العاقب ہیں یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب

(بخاری کتاب المناقب ۔ باب ماجاء فی اسماء رسول الله صلی الله علیه وسلم)

۳۸۔ آپؐ المقفّی ہیں عن ابو موسی الاشعری قال سمی لنا رسول الله صلی الله
۳۹۔ آپؐ نبی الرحمہ ہیں علیه وسلم نفسه اسماء منها ما حفظنا فقال انا محمد و

۴۰۔ آپؐ نبی التوبہ ہیں	احمد والمقفی والحاشر و نبی الرحمة قال یزید و نبی
۴۱۔ آپؐ نبی الملحمہ ہیں	التوبة و نبی الملحمه
	(مسند احمد بن حنبل۔ جلد۴۔ صفحہ۴۰۴۔ المکتبہ الاسلامی بیروت)
۴۲۔ آپؐ سید ولد آدم ہیں	عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا
۴۳۔ آپؐ شفیع ہیں	سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر ...... و انا اول شافع یوم
	القیامة ولا فخر
	(مسند احمد بن حنبل۔ جلد۳۔ صفحہ۲۔ المکتبہ الاسلامی بیروت)
۴۴۔ آپؐ صاحب وسیلہ ہیں	قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سلو الله لی وسیلة،
	قالوا یا رسول الله وما الوسیلة قال اعلی درجة فی الجنة
	لا ینالها الا رجل واحد ارجوا ان اکون انا هو
	(ترمذی۔ ابواب المناقب۔ باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
۴۵۔ آپؐ حاملِ لواء الحمد	قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا سید ولد آدم یوم
ہیں	القیامة ولا فخر و بیدی لواء الحمد ولا فخر
	(ترمذی۔ ابواب المناقب۔ باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
۴۶۔ آپؐ اکرمُ الاولین	انا اکرم الاولین والاخرین ولا فخر
والآخرین ہیں	(ترمذی۔ ابواب المناقب۔ باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
۴۷۔ آپؐ آخر الانبیاء ہیں	قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی اخر الانبیاء و ان
	مسجدی اخر المساجد
	(مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰة بمسجدی مکة والمدینة)
۴۸۔ آپؐ محل ہیں	ما بعث نبی الله صلی الله علیه وسلم الا محلا و محرما
۴۹۔ آپؐ محرم ہیں	(مسلم۔ کتاب الصید والذبائح۔ باب اباحة اکل لحم الخیل)

ہم نے یہاں نمونۃً چند دعاوی و اسمائے مبارکہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے ہیں جبکہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع صفات الٰہیہ ہیں۔ آپ کے دعاوی آپ کی صداقت اور عظمت کے آئینہ دار ہیں۔ پس ہم مولوی ابوالبشیر صاحب کی منطق کو انہیں پر الٹا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ اس کے مطابق کیا ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت دعاوی آپؐ کو (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) جھوٹا ثابت کرتے ہیں۔............نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ کا ایک ایک نام اور ایک ایک دعویٰ آپ کی بلند شان کی عکاسی کرتا ہے۔............البتہ مولوی صاحب نے یقیناً ایک ایسی اختراع کی ہے جو خود انہیں ایک مرتبہ نہیں ہزار ہزار مرتبہ جھوٹا ثابت کرتی ہے۔

اس شخص سے بڑا احمق کون ہوسکتا ہے جو اسی شاخ کو کاٹے جس پر وہ خود بیٹھا ہے یا جو عناد اور دشمنی میں اندھا ہوکر دوسرے پر حملہ کرتے ہوئے اپنے پیاروں ہی کا خون کردے۔ ان مولوی صاحب کے دل میں اگر حب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذرہ بھی ہوتا تو حضرت مرزا صاحب پر حملہ کرتے ہوئے پہلے یہ سوچتے کہ کہیں ان کے حملہ کی زد ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو نہیں پڑتی۔

☆ ☆ ☆

نام نہاد اجماع

مولوی ابوالبشیر صاحب نے حضرت ملاعلی قاریؒ کی کتاب شرح فقہٴ اکبر کی طرف منسوب کر کے بغیر حوالہ کے یہ عبارت نقل کی ہے اور اس مبینہ عبارت کو اپنی سب تعلیوں کی بنیاد بنایا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے

دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیه وسلم کفر بالاجماع

ترجمہ:۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالاتفاق دعویٰ نبوت کفر ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

مولوی صاحب! آپ علامہ اور مولوی فاضل ہونے کے مدعی ہیں۔ کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اجماع کی بحث تو اٹھتی ہی اس وقت ہے جب قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ قطعی فیصلہ میں ممد نہ ہوسکیں۔ پس آپ کیوں قرآن کو اولیت نہیں دیتے۔ نیز کیا قرآن حکیم پر ہی سب امت کا اجماع نہیں ہے؟ لیکن ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کی مجبوری ہے کیونکہ آپ کے عقیدہ کی تائید میں قرآن کریم کی ایک بھی آیت موجود نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس نبوت کا امکان تو ایک طرف نبی کی آمد کے حتمی طور پر ذکر پر مشتمل آیات موجود ہیں۔ اور ایسے نبی کی مدد اور نصرت کے لئے انبیاء علیہم السلام سے خداتعالیٰ کے عہد کا بھی ذکر ہے اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خداتعالیٰ نے یہ وعدہ لیا۔ چنانچہ تفصیل کے لئے دیکھیں آیات میثاق النبیین، سورہ آلِ عمران آیت ۸۲ اور سورہ الاحزاب آیت ۷۔ اسی طرح متعدد احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں نبی کی آمد کا ذکر فرمایا ہے اور آنے والے موعود مسیح اور مہدی کو نبی قرار دیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک حدیث پیش ہے فرمایا:

اَلَا اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ نَبِیٌّ اَلَا خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ

(المعجم الصغیر للطبرانی جزء ۱۔ صفحہ ۲۵۷۔ بیروت لبنان)

پس خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور واضح پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے کسی اجماع کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اس صورت میں تو شکل یہ بنتی ہے کہ گویا سب کا اجماع یہ ہے اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوگی نہ خدا تعالیٰ کا فرمان سچا ہے۔ نعوذ باللہ، نعوذ باللہ۔

پھر یہ بات بھی کلیۃً غلط اور بے بنیاد ہے کہ ساری امت کا اجماع ہے کہ آئندہ امت میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں جہاں تک تشریعی یعنی صاحبِ شریعت اور مستقل نبی کی آمد کا تعلق ہے اس کے بارہ میں اجماع امت تو کیا قرآن و حدیث کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور آپؐ کی اتباع سے ہٹ کر کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن ایسا نبی جو آپؐ کا تابع، آپؐ کا امتی اور آپؐ کی غلامی کا جوا پہن کر آئے، سب متفق ہیں کہ اس کے آنے میں کوئی روک نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ احادیث و قرآن میں ایسی نبوت کے صرف امکان ہی کا ذکر نہیں بلکہ اس کی آمد کی واضح پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جہاں تک بزرگانِ سلف کے اس مسئلہ پر اتفاق کا تعلق ہے۔ اس کے چند ثبوت قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

قرن اول کے باکمال بزرگ اور اہل التشیع کے امام حضرت امام باقر علیہ السلام (وفات ۷۶۵ء / ۱۴۸ھ) (رسالت و امامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:۔

”عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فَقَدْ اٰتَیْنَا آلَ اِبْرَاهِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَ اٰتَیْنَاهُمْ مُلْکًا عَظِیْمًا۔ قَالَ جَعَلَ مِنْهُمْ الرُّسُلَ وَالْاَنْبِیَاءَ وَالْاَئِمَّةَ فَکَیْفَ یُقِرُّوْنَ فِیْ آلِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامِ وَ یُنْکِرُوْنَهٗ فِیْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔“

(الصافی شرح اصول الکافی جز اول۔ صفحہ ۲۰۶۔ دار الکتب الاسلامیہ تہران)

ترجمہ:۔ حضرت ابوجعفر امام باقر علیہ السلام، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اس ارشاد **فَقَدْ اٰتَیْنَا آلَ اِبْرَاھِیْمَ الْکِتٰبَ …… الخ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم میں رسول، انبیاء اور امام بنائے لیکن عجیب بات ہے کہ لوگ نبوت و امامت کی نعمتوں کا وجود آل ابراہیم میں تو تسلیم کرتے ہیں لیکن آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

چھٹی صدی ہجری کے ممتاز ہسپانوی مفسر اور پیشوائے طریقت صوفی الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ (متوفی ۱۲۴۰ء/ ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں:۔

"فَالنُّبُوَّۃُ سَارِیَۃٌ اِلَی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فِیْ الْخَلْقِ وَ اِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدِ انْقَطَعَ۔ فَالتَّشْرِیْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ"

(فتوحات مکیہ جلد۲۔ صفحہ۹۰۔ باب۷۳ نمبر۸۲۔ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ کہ نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے گو تشریعی نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ پس شریعت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

امام الہند محدث و مجدد صدی دوازدہم متکلم، صوفی و مصنف اور ہندوستان میں قرآن مجید کے پہلے فارسی مترجم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۷۶۲ء/ ۱۱۷۶ھ) خدا تعالیٰ کی تفہیم کے ماتحت تفہیمات الٰہیہ جز ثانی صفحہ ۸۵ تفہیم ۵۴ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خُتِمَ بِهِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لاَ یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ"

ترجمہ:۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دے کر مامور فرمائے یعنی شریعتِ جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اہل سنت کے ممتاز و منفرد عالم "بحر علوم المعقول وحبر فنون المنقول" حضرت مولانا

ابوالحسنات عبدالحی صاحب (متوفی ۱۸۸۶ء/۱۳۰۴ھ) لکھنؤی فرنگی محلّی اپنی کتاب ''دافع الوسواس'' کے صفحہ ۱۶ (نیا ایڈیشن) پر اپنا مذہب ختم نبوت کے بارے میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحبِ شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے''۔

نیز فرمایا:۔

''علمائے اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر میں کوئی نبی صاحبِ شرع جدید نہیں ہوسکتا۔ اور آپؐ کی نبوت عام ہے اور جو نبی آپؐ کا ہمعصر ہوگا وہ شریعت محمدیہ ہی کا متبع ہوگا''۔

(مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد اول صفحہ ۳۳۔ ناشر ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان)

اسی طرح اہل حدیث کے مشہور و معروف عالم نواب صدیق حسن خان صاحب کے صاحبزادے نورالحسن خان صاحب فرماتے ہیں:۔

''حدیث **لا وحی بعد موتی** بے اصل ہے البتہ **لا نبی بعدی** آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا''۔

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲۔ طبع ۱۳۰۱ھ۔ مفید عام پریس آگرہ)

معزز قارئین! مولوی صاحب نے اپنے جھوٹ کو سچا ثابت کرنے کے لئے نام نہاد اجماع کا سہارا لیا تھا۔ دیکھئے کہاں گیا ان کا اجماع!! اہل تشیع، اہل سنت، اہل حدیث اور بریلوی مسلک کے اکابرین نے یہ عقیدہ بیان کر کے کہ غیر تشریعی نبوت کے لئے دروازہ یقیناً کھلا ہے مولوی صاحب کی تعلّی کی جڑ کو اکھاڑ پھینکا ہے۔ اب دیکھئے خود ان کے مسلک کے بانی انہیں کیا تعلیم دیتے ہیں۔ بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (متوفی ۱۸۸۰ء/ ۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں:۔

> ’’عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی‘‘۔

(تحذیرالناس مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی مطبع قاسمی دیوبند۔ صفحہ ۳)

اس کی مزید وضاحت یہ بیان فرمائی:۔

> ’’اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا‘‘۔

(تحذیرالناس مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی مطبع قاسمی دیوبند۔ صفحہ ۲۸)

پس جب نبوت کا امکان امت میں ہر مسلک کے نزدیک موجود ہے تو وہ اجماع کیسا ہے جس کی تائید میں کوئی بھی ہاتھ کھڑا نہیں ہوتا سوائے مولوی ابوالبشیر صاحب کے۔ بہت ہی قابلِ رحم حالت ہے ان لوگوں کی جو مولوی صاحب کے بے بنیاد دعوے کو اجماعِ امت کا نام دیتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ ان کے مسلک کے بانی بھی بڑی وضاحت سے ان کے اس دعوی کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ (مولوی صاحب کو تو چاہئے تھا کہ ایسا دعویٰ ہی نہ کرتے کیونکہ انسان جس کی طرف منسوب ہو اور اسے مقتداء تسلیم کرے تو دیگر بزرگوں کی نہیں تو کم از کم اس کی تعلیم کو تو مانے اور اس کے خلاف نہ کہے)

صرف یہی نہیں، ایک گروہِ کثیر آئمۃ المسلمین کا ان مولوی صاحب اور ان کے ہم مشرب لوگوں کو جھوٹا ثابت کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

جس قسم کا نبی نہیں آسکتا وہ صاحب شریعت نبی ہے جو آپ ؐ کی اتباع کی بجائے اپنا سکہ چلائے لیکن آپ ؐ کی اتباع میں اور آپ کی غلامی میں آپ کا امتی ہو کر جو نبی آئے اس کی آمد میں کوئی روک نہیں۔ اس عقیدہ کا اعلان کرنے والوں میں دنیائے اسلام کے مشہور صوفی اور ممتاز متکلم حضرت امام عبدالوہاب شعرانی ؒ ، جناب الشیخ عبدالقادر الکردستانی ؒ ، تصوف کے مایہ ناز نقشبندی بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں ؒ ، حضرت عبدالکریم جیلانی ؒ ، خلیفہ الصوفیاء شیخ العصر حضرت الشیخ بالی آفندی ؒ ، سرتاج الاولیاء آفتاب طریقت حضرت مولانا جلال الدین رومی ؒ اور ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگانِ امت ہیں اور سب سے بڑھ کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (معلّمہ نصف الدین) ہیں۔ جو فرماتی ہیں:۔

”قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ“ (درمنثور جلد۵۔ صفحہ۲۰۴)

ترجمہ:۔ یعنی اے لوگو یہ تو کہا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپ ؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

شیخ الامام حضرت ابن قتیبہ ؒ (متوفی ۲۶۷ھ) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں:۔

”لَيْسَ هٰذَا مِنْ قَوْلِهَا نَاقِضًا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ يَنْسَخُ مَا جِئْتُ بِهٖ“

(تاویل مختلف الاحادیث صفحہ ۲۳۶)

ترجمہ:۔ (حضرت عائشہ ؓ) کا یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا نبی بعدی کے مخالف نہیں کیونکہ حضور ؐ کا مقصد اس فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کو منسوخ کر دینے والا ہو۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور محدث اور عالم حضرت امام محمد طاہر ؒ (متوفی ۱۵۷۸ء/۹۸۶ھ) حضرت عائشہ ؓ کے اس ارشاد کی تشریح فرماتے ہوئے مجمع البحار

میں لکھتے ہیں:۔

”هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی وَ هٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَهٗ“ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس بناء پر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بحیثیت نبی اللہ نازل ہونا ہے اور یہ قول حدیث لا نبی بعدی کے خلاف بھی نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ آپؐ کے بعد ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپؐ کی شریعت منسوخ کرے۔

اسی کے مطابق حضرت امام عبد الوہاب شعرانی ؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، طریقہ نوشاہیہ قادریہ کے امام و پیشوا حضرت شیخ نوشاہ گنج قدس سرہ کے فرزند عالی جاہ اور خلیفہ آگاہ حضرت حافظ برخوردار اور اہل حدیث کے مشہور عالم اور مفسر نواب محمد صدیق حسن خان صاحب کے صاحبزادے نواب نور الحسن خان صاحب نے حدیث لا نبی بعدی کی تشریح کی ہے اور لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت لانے والا نبی نہیں ہوگا۔

پس اب خوب واضح ہوگیا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے ایک کج عقیدہ کو اجماع کا نام دیا ہے جس کا پول ان بزرگانِ امت نے خوب کھولا ہے اور روزِ روشن کی طرح ثابت کردیا ہے کہ مولوی صاحب نے اس عقیدہ پر اجماع کی تعلّی کر کے کیسی ناحق جسارت کی ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے فقۂ حنفیہ کے مشہور امام حضرت ملا علی قاریؒ کی کتاب شرح فقہ اکبر سے اپنے عقیدہ کی عمارت استوار کرنے کی کوشش کی ہے جسے خود حضرت ملا علی قاریؒ نے ہی ہموار کردیا ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم جب وفات پاگیا تو آپؐ نے فرمایا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَكَانَ صِدِیْقًا نَّبِیًّا۔

(ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلاۃ علی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر وفاتہ)

کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو یقیناً صدیق نبی ہوتا۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے آپ اپنی کتاب ”موضوعات کبیر“ کے

صفحہ ۵۸، ۵۹ پر فرماتے ہیں:۔

فَلاَ یُنَاقِضُ قَوْلُہٗ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لاَ یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَ لَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ (ابراہیم زندہ رہتے تو صدیق نبی بنتے) آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نبی نہیں آسکتا جو (اول) آپ کی ملت کی تنسیخ کرنے والا ہو۔ (دوم) آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

مولوی صاحب! اب بتائیے کہ

کیا امام ملا علی قاریؒ کے نزدیک ایسے نبی کی آمد کے لئے دروازہ کھلا ہے یا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا تابع، آپ کا امتی اور آپ کا خادم ہو۔ باقی یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا کافر ہوگا، بالکل جھوٹا اور گمراہ کن دعویٰ ہے۔ اور تعالیم اسلامیہ سے اس کا کلیۃً کوئی تعلق نہیں۔

مولوی صاحب! یہ بتائیں کہ

۱۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح نبی اللہ کی آمد کی پیشگوئی نہیں فرمائی؟

۲۔ جس مسیح کے آپ لوگ منتظر ہیں جب وہ مسیح آئے گا تو کیا وہ نبی نہیں ہوگا؟

۳۔ اور کیا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق دعویٰ نبوت کرے گا تو آپ اسے کافر قرار دیں گے؟

مولوی صاحب! ہوش کریں اور عقل کے ناخن لیں۔ احمدیت کی مخالفت میں آپ نے اپنے عقائد کا تو ستیاناس کر ہی لیا ہے، اپنی عاقبت کی فکر کریں اور توبہ کریں اور استغفار کریں اور دیکھیں کہ امت میں آنے والے مسیح کے بارہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ (متوفی ۱۲۴۰ء/ ۶۳۸ھ) کیا فرماتے ہیں کہ:۔

”عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلاَمُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَ ھُوَ نَبِیٌّ بِلاَ شَكٍّ“

(فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۴۵۔ مطبع دار الکتب العربیہ۔ الکبری بمصر)

ترجمہ:۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حکم کی صورت میں شریعت کے بغیر نازل ہوں گے اور بلا شک نبی ہوں گے۔

اور سنیں! نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱ میں علماء سلف کے اقوال کی بناء پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ:۔

''مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِهٖ فَقَدْ كَفَرَ حَقًّا كَمَا صَرَّحَ بِهِ السَّيُوْطِیؒ''

(حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱۔ مطبع شاہجہانی واقع بھوپال)

ترجمہ:۔ کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت مسیح نبوت سے علیحدہ ہو کر آئیں گے وہ کھلا کافر ہے جیسا کہ امام سیوطیؒ نے تصریح کی ہے۔

مولوی صاحب! آپ قرآن کریم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ احادیث نبویؐ کو ویسے ہی قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے، بزرگان سلف کی بات نہیں مانتے، سب حربے آپ پر بے اثر ہو گئے ہیں۔ ہمیں بھی پتہ ہے کہ آپ اپنے بزرگ، مفتی، محمد شفیع صاحب فاضل دیوبند کی بات بھی نہیں مانیں گے لیکن اس امید پر کہ دیوبندیوں میں سے بعض لوگ ابھی تک اپنے بزرگوں اور بڑوں کے فرمودات کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، ہم ان کے ایک فتویٰ کی طرف آپ کی توجہ دلا کر اگلے مضمون کی طرف بڑھتے ہیں۔ چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

> ''جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ یہی حکم بعد نزول بھی باقی رہے گا۔ ان کے نبی اور رسول ہونے کا عقیدہ فرض ہوگا۔ اور جب وہ اس امت میں امام ہو کر تشریف لائیں گے۔ اس بناء پر ان کا اتباع احکام بھی واجب ہوگا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول بھی رسول اور نبی ہوں گے اور ان کی نبوت کا اعتقاد جو قدیم سے جاری ہے اس وقت بھی جاری رہے گا''۔

(دیکھو رجسٹر فتاویٰ الف صفحہ ۴۹)

☆ ☆ ☆

خود کاشتہ پودا

مولوی صاحب نے اپنے اس پمفلٹ میں حضرت مرزا صاحب کو ’’انگریز کا خود کاشتہ پودا‘‘ قرار دیا ہے۔

مولوی صاحب! دو ہی باتیں ہیں۔ یا آپ نے وہ عبارت نہیں پڑھی جس میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے خاندان کے بارہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں ورنہ آپ انہیں حضرت مرزا صاحب اور احمدیت پر چسپاں نہ کر سکتے۔ یا پھر آپ نے وہ عبارت تو پڑھی ہے مگر جان بوجھ کر دجل سے کام لیا ہے اور حقیقت حال پر پردہ ڈالا ہے۔

تمام تفصیل اور پسِ منظر کو چھوڑتے ہوئے صرف یہ وضاحت کافی ہے کہ احمدیت کا وجود ہی حضرت مرزا صاحب سے شروع ہوتا ہے اور آپ نے جن کے بارہ میں یہ لکھا ہے وہ خاندان نہ صرف یہ کہ احمدیت سے پہلے کا ہے بلکہ اس کی سب خدمات بھی احمدیت کے آغاز سے پہلے کی ہیں۔ اور اس کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ آپ کے قریبی رشتہ دار جو سنی تھے آپ کے شدید دشمن تھے۔ پس آپ کا سنی خاندان جس نے آپ سے قطع تعلق کر لیا اور جو احمدیت کی وجہ سے آپ کا مخالف ہو گیا تھا۔ وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔ اس سے جماعت احمدیہ کا کوئی تعلق نہیں۔ پس اس خاندان کو تو خدا تعالیٰ نے بالکل علیحدہ کر دیا۔ اور حضرت مرزا صاحب کو الہاماً یہ خبر دی یَنْقَطِعُ مِنْ ابَآئِكَ وَ یَبْدَءُ مِنْكَ کہ اب آپ کا آبائی خاندان آپ سے کٹ گیا ہے اور آپ سے آئندہ نیا خاندان قائم ہوگا۔ پس وہ خاندان جس کے بارہ میں حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ تھے وہ پیچھے رہ گیا اور آپ سے کٹ گیا۔

مولوی صاحب! یہ تو جماعت احمدیہ پر آپ کا الزام برائے عناد تھا۔ اب دیکھیں کہ

درحقیقت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے کون؟

لیجئے مولوی صاحب آپ اپنے فرقہ کا حال سنیں۔ ایڈیٹر رسالہ طوفان نے بعض حقائق جمع کئے اور یہ نتیجہ نکالا کہ:۔

> ''انگریزوں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ تحریک نجدیت کا پودا (یعنی اہل حدیث جسے وہابی تحریک یا تحریک نجدیت بھی کہتے ہیں) ہندوستان میں کاشت کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے ہی پروان چڑھایا''۔

(پندرہ روزہ طوفان ۷ نومبر ۱۹۶۲ء)

قارئین کرام! اب دیکھیں تاریخ کس طرح ثبوت بھی مہیا کرتی ہے۔ دیوبندی فرقہ کے تعلیمی مذہبی ادارہ ندوۃ العلماء کے متعلق تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ انگریزوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی چنانچہ اس ادارہ کے اپنے رسالہ ''الندوہ'' نے یہ تاریخی شہادت قلمبند کی کہ:۔

> ''۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگِ بنیاد ہزآنر لیفٹنٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ سرجان سکاٹ ھیوس کے۔سی۔ایس۔آئی۔ای نے رکھا''۔

(الندوہ۔ دسمبر ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۴۔ جلد ۵ نمبر ۱۱)

اسی رسالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

> ''یہ مشہور مذہبی درس گاہ ایک انگریز کی مرہون منت ہے''

(الندوہ۔ دسمبر ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۷۔ جلد ۵ نمبر ۱۱)

یہی نہیں اس کے قیام کی غرض وغایت اس کا مقصد اور ماٹو یہ بھی بیان کیا کہ اس میں تیار ہونے والے:۔

> ''علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکاتِ حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں''۔

(الندوہ۔ جولائی ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۱۔ جلد ۵ نمبر ۱۱)

اسے کہتے ہیں انگریز کا خودکاشتہ پودا۔ جس کی کاشت بھی اس نے کی اور آبیاری بھی اور جب وہ اسے پروان چڑھا چکے تو اس پودے پر ''برکات حکومت سے واقفیت'' اور ''ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلانے'' کے ہر موسم میں اور بکثرت پھل لگے۔ اس خودکاشتہ پودے کی نظر ہمیشہ مالی مفادات پر رہی اور انگریز کی طرف سے اس کا کاسۂ گدائی بھرا بھی جاتا رہا۔

جہاں تک اس دیوبندی فرقہ کی ایک تنظیم مجلسِ احرار کا تعلق ہے جو جماعت احمدیہ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی۔ خود اس کا یہ حال ہے کہ برصغیر کے ایک بہت بڑے لیڈر مولانا ظفر علی خان مدیر روزنامہ زمیندار لاہور لکھتے ہیں:۔

> ''......آج ''مسجد شہید گنج'' کے مسئلہ میں احرار کی غلط روش پر دوسرے مسلمانوں کی طرف سے اعتراض ہونے پر انگریزی حکومت احرار کی سپَر بن رہی ہے۔ اور حکومت کے اعلیٰ افسر حکم دیتے ہیں کہ احرار کے جلسوں میں گڑبڑ پیدا نہ کی جائے تو کیا اس بدیہی الانتاج منطقی شکل سے یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ مجلسِ احرار حکومت کا خودکاشتہ پودا ہے۔ جس کی آبیاری کرنا اور جسے صرصر حوادث سے بچانا حکومت اپنے ذمہ ہمت پر فرض سمجھتی ہے''

(روزنامہ ''زمیندار'' ۳۱ اگست ۱۹۳۵ء)

مولوی ظفر علی خان صاحب کا یہ بیان ہمارے مذکورہ بالا بیان کے حق میں ٹھوس گواہی پیش کرتا ہے اور انگریز کی طرف سے اس خودکاشتہ پودا کی آبیاری اور دلداری کا عکاس ہے۔

لیکن اس کے برعکس جماعت احمدیہ کے متعلق ساری دنیا میں کوئی انسان ایک کوڑی بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ اس پر انگریز نے خرچ کی ہو یا اس کی کسی نوع کی ادنیٰ سی بھی سرپرستی کی ہو۔ اس لئے کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ نہ اسے کسی مادی سرپرستی کی ضرورت ہے نہ اس کے مالی مفادات کسی سے وابستہ ہیں۔ پس اے دنیاوی سہاروں پر قائم مولوی

صاحب! حضرت مرزا صاحب کی اس بات پر غور کرو کہ آپ فرماتے ہیں:۔

’’دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے............اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے۔ .... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔............جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو‘‘۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۹، ۵۰)

☆ ☆ ☆

دیہاتی اور زمیندار

مولوی صاحب نے اس پمفلٹ میں حضرت مرزا صاحب کو ''دیہاتی زمیندار کا بیٹا'' ہونے کا طعنہ دیا ہے۔

مولوی صاحب کے نزدیک دیہاتی اور زمیندار ہونا سخت قابل اعتراض بات ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی دشمنی میں معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کی عقل ہی ماری گئی ہے۔ یہ اگر انبیاء علیہم السلام کے سوانح اور حالاتِ زندگی پر طائرانہ نظر ہی ڈال لیتے تو حضرت مرزا صاحب پر یہ حملہ کرنے سے پہلے ان کا ضمیر انہیں ضرور ملامت کرتا گو ان کا بغض وعناد میں ڈوبا ہوا قلم ان کے اختیار سے باہر ہی رہتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گاؤں کا نام ناصرہ تھا اور یوسف جو ان کے باپ کہلائے، بڑھئی کا کام کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کے ساتھ ایک عرصہ یہ کام کیا۔ مولانا! آپ کے نزدیک تو روزگار ''پیٹ کا دوزخ بھرنے'' کا ذریعہ ہے۔ لیکن یہ کام دیہات میں رہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ دیگر انبیاءؑ کے حالات کی تفصیل چھوڑتے ہوئے ہم صرف سرکارِ دوعالم، شہنشاہِ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت اُسوہ کی طرف مولوی صاحب کو متوجہ کر کے ان کی دیگر خرافات کے جواب دیتے ہیں۔

مولوی صاحب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کی کوئی کتاب دیکھ لیں اس میں یہ لکھا ہوا پائیں گے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہات میں بچپن گزارا اور گاؤں کے دیگر بچوں کے ساتھ بکریاں چرائیں۔ کیا ہی پیارا وہ وقت تھا اور کیا ہی مبارک وہ کام تھا جو اس جہاں کے بادشاہ نے کیا۔ مگر مولوی ابوالبشیر صاحب کے

نزدیک یہ سخت قابلِ اعتراض اور پُر عیب بات ہے۔ ان کے نزدیک تو جو مدعی نبوت دیہات میں رہا ہو اور اس کا باپ برسرِ روزگار رہو وہ نعوذ باللہ جھوٹا ہے۔

معزز قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی ابوالبشیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے تعصب میں اندھا ہو کر کس قدر جھوٹی بات کی ہے۔

☆ ☆ ☆

مبلغِ اسلام

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں لکھا ہے کہ آپ نے ”مبلغ اسلام کا روپ دھار لیا“

مولوی صاحب! آپ کے اس فقرے کی بناوٹ سے ظاہر ہے کہ آپ حضرت مرزا صاحب کے لئے اپنے بغض کا اظہار کر رہے اور اس کے عقب میں حقیقت حال کو چھپا رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب (دین حق) کے نہ صرف مبلغ تھے بلکہ فتح نصیب جرنیل تھے۔ آپ کے طنز کی حقیقت ظاہر کرنے اور آپ کے جھوٹ کی قلعی کھولنے کے لئے ہم ذیل میں صرف تین اقتباس پیش کرتے ہیں۔

اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر میرزا حیرت دہلوی نے لکھا:۔

> ”مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں۔ وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ ...... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ...... اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ...... اس نے

ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا‘‘۔

(کرزن گزٹ مؤرخہ یکم جون ۱۹۰۸ء)

اور مولانا ابوالکلام آزاد اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر میں رقمطراز ہیں:۔

’’وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا...... ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ .... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

......آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو“۔

(اخبار وکیل امرتسر۔ مئی ۱۹۰۸ء)

اب آخر میں مولوی صاحب کی خدمت میں ہم برصغیر پاک و ہند کے ایک نامور عالم جناب مولانا نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کامیاب تبلیغ (دین حق) اور (دینی) فتوحات سے پر جہاد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

> ”............اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔...... حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی“۔

(دیباچہ معجز نماں کلاں قرآن شریف مترجم۔ صفحہ ۳۰۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

یاد رہے کہ مؤخر الذکر مولانا نور محمد صاحب نقشبندی، ان مولوی صاحب کے محسنوں میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے بزرگ ”رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت شاہ اشرف علی

تھانوی قادری چشتی'' کے تراجم پر مشتمل قرآن کریم شائع کیا ہے اور اسی کے دیباچہ میں انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے ان تبلیغی معرکوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ کاش مولوی ابوالبشیر صاحب اور ان کے ہم مشرب علماء کو بھی ایسے ہی ''مبلغ اسلام کا روپ دھارنے'' کی توفیق ملی ہوتی۔

مولانا! آپ کے لیڈر اور مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب کی بھی یہی تمنا تھی کہ کاش دیگر فرقے بھی اسی ''مبلغ اسلام'' کا نمونہ اختیار کرتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

> ''آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ .... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔...... اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے''۔

(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں۔ صفحہ ۴۶۔ پبلشر میر نثار حسین۔ مطبع کواپریٹو سٹیم پریس لاہور)

☆☆ ☆

خدانمائی کا آئینہ

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے اس عارفانہ بیان کو اپنی نکتہ چینی کا نشانہ بنایا ہے کہ:۔

''خدانمائی کا آئینہ میں ہوں''۔ (نزول المسیح ۔ روحانی خزائن جلد۱۸۔ صفحہ۴۶۲)

قارئین کرام! حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ یہی منادی کی کہ

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دھم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمد است

کہ خداتعالیٰ کے نشانات اور معجزات کا جو جاری وساری چشمہ میں مخلوق خدا کو پیش کر رہا ہوں یہ دراصل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے باکمال بحر بیکراں کا محض ایک قطرہ ہے۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مستفیض ہونے اور آپ کی ذات میں خداتعالیٰ کی چہرہ نمائی ملاحظہ کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:۔ ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں   وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا   وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

نیز فرمایا ؎

الا اے منکر از شانِ محمدؐ   ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشاں است   بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

کہ اے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے تابندہ و درخشندہ نور کے منکر! گو کرامت ونشان نمائی معدوم اور بے نام ونشان محسوس ہوتی ہے مگر آج اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن چاکروں میں ملاحظہ کر۔

بعینہٖ یہی دعوی آپؑ نے یہاں بھی فرمایا ہے کہ

’’اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو۔ لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رؤیت کے گواہ پیش کرو۔ کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔ مگر یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں کمّیت اور کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کر سکو گے خواہ تلاش کرتے کرتے مر بھی جاؤ‘‘۔

آگے فرمایا:

’’خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں جو شخص میرے پاس آئے گا اور مجھے قبول کرے گا وہ نئے سرے اس خدا کو دیکھ لے گا جس کی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے باقی ہیں‘‘۔

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۴۶۲، ۴۶۳)

حضرت مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک امتیازی حصہ دیا ہے اور آپ کو اپنے تائیدی نشانوں سے بکثرت نوازا ہے۔ یہ اصل فیض تو مظہر ذاتِ خدا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور وہی حقیقی آئینہ خدا نما ہیں کیونکہ جب خدا تعالیٰ کی تجلی آپؐ پر جلوہ گر ہوئی تو

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال: ۱۸)

کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ کہ اے رسولؐ! تو نے جو کنکریوں کی مٹھی پھینکی وہ تو نے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ اسی طرح جانبازوں نے آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تو آپ کے ہاتھ کو خدا تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ پس آپؐ خدا نمائی کے لئے کلیۃً آئینہ بن گئے۔ اس مضمون کو حضرت مرزا صاحب کے اس پر معارف کلام میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اصل اور حقیقی طور پر خدا نمائی کے لئے آئینہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا

مصطفیٰ آئینۂ روئے خدا ست منعکس درو ے ہماں خوئے خدا ست
گر ندید ستی خدا او را بہ بیں من رأنی قد رای الحق ایں یقین

(براہین احمدیہ چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ا۔ صفحہ ۶۳۲)

کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی چہرہ خدا نمائی کے لئے بطور آئینہ ہیں اور آپ میں خدا تعالیٰ کی صفات کا انعکاس ہوتا ہے۔ پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ سکتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کیونکہ یہ یقینی بات ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ اسی طرح فرمایا:۔

”و ان سئلت ما خلقه العظيم فنقول انه رحمان و رحيم۔ و مُنِحَ هو عليه الصلٰوة هذين النورين و آدم بين الماء والطين۔ و كان هو نبيًّا و ما كان لأدم اثر من الوجود ولا من الاديم۔ و كان الله نورًا فقضٰى ان يخلق نورًا فخلق محمد الٰذى هو كدُرِّيتيم۔ و اشرك اسميه فى صفتيه ففاق كل من اتى اللّٰه بقلب سليم۔ و انهما يتلألٰان فى تعليم القرآن الحكيم۔ و ان نبينا مركب من نور موسىٰ و نور عيسىٰ۔ كما هو مركب من صفتى ربنا الاعلىٰ۔ فاقتضى التركيب۔ ان يعطىٰ له هذا المقام الغريب۔ فلاجل ذلك سمَّاه اللّٰه محمّداً و

احمد فانه ورث نور الجلال و الجمال و به تفرد۔ و انه اعطی شان المحبوبین و جنان المحبین۔ کما هو من صفتی رب العالمین۔ فهو خیر المحمودین۔ و خیر الحامدین۔ و اشرکه الله فی صفتیه و اعطاه حظا کثیرا من رحمتیه۔ و سقاه من عینیه و خلقه بیدیه۔ فصار کقار ورة فیها راح۔ او کمشکوٰة فیها مصباح۔ و کمثل صفتیه انزل علیه الفرقان و جمع فیه الجلال و الجمال و رکب البیان۔ و جعله سلالة التورات و الانجیل۔ و مرأةً لرؤیة وجهه الجلیل و الجمیل۔ ثم اعطی الامة نصیبا من کاس هذا الکریم۔ و علمهم من انفاس هذا المتعلم من العلیم۔ فشرب بعضهم من عین اسم محمد الّتی انفجرت من صفة الرحمانیة۔ و بعضهم اغترفوا من ینبوع اسم احمد الّذی اشتمل علی الحقیقة الرحیمیة۔ و کان قدرا مقدّرًا من الابتداء و وعدا موقوتا جاریا علی السن الانبیاء ان اسم احمد لا تتجلی بتجلی تام فی احد من الوارثین۔ الا فی المسیح الموعود الذی یاتی اللّٰه به عند طلوع یوم الدین‘‘۔

(اعجاز المسیح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۱)

ترجمہ: ۔ اور اگر تو پوچھے کہ اس (نبی) کی خلق عظیم کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ وہ رحمان اور رحیم ہے اور اسے (یعنی رسول اللہؐ) کو بھی اس وقت سے یہ دونوں نور عطا کئے گئے جبکہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔ اور وہ اس وقت سے نبی تھا جبکہ آدمؑ ابھی وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نور تھا پس اس نے فیصلہ کیا کہ اور نور پیدا کرے تو اس نے محمدؐ کو پیدا کیا جو کہ درِّ نایاب کی طرح ہے۔ پس اس نے اس کے دونوں نام محمدؐ اور احمدؐ اپنے نام کے ساتھ شریک کر لئے۔ اور خدا کے ہر مطیع اور فرمانبردار سے بھی سبقت لے گئے۔ پس یہ دونوں نام قرآن کریم میں چمک رہے ہیں۔ اور یقیناً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے نور کا

مرکب ہیں جس طرح وہ اپنے رب کی ان دونوں بلند پایہ صفات کے مرکب ہیں۔ پس یہ ترکیب تقاضا کرتی ہے کہ اسے یہ مقام عجیب عطا ہو۔ پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے محمد اور احمد نام عطا کئے ہیں۔ اور وہ جلال اور جمال کے نور کے وارث بنائے گئے اور اس میں وہ یکتا ہیں اور انہیں شانِ محبوباں اور دل محباں عطا کیا گیا جیسا کہ یہ ہر دو صفات صفاتِ رب العالمین ہیں۔ پس وہ سب سے بہتر تعریف کیا گیا ہے اور سب سے بہتر تعریف کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ان دونوں صفات میں شریک بنایا اور اپنی دونوں رحمتوں (رحمانیت، رحیمیت) میں سے وافر حصہ دیا اور اپنے ان دونوں چشموں سے اسے خوب سیراب کیا۔ اپنے ہاتھ (قدرت) سے اسے پیدا کیا۔ پس وہ ایسی شیشی کی مانند ہو گیا کہ جس میں شرابِ طہور بھری ہو یا اس قندیل کی مانند ہو گیا جس میں چراغ ہو۔

ان دونوں صفات کی طرح خدا تعالیٰ نے اس پر فرقان نازل فرمایا اور اس میں جلال اور جمال جمع کر دیئے اور ان سے اس بیان کو مرکب بنایا۔ اور اسے تورات اور انجیل کا نچوڑ بنایا اور اسے خدائے جلیل و جمیل کی چہرہ نمائی کا آئینہ بنایا اور اس مکرم پیالہ سے ساری امت کو ایک حصہ عطا فرمایا اور اس علیم خدا کے شاگرد آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے انہیں سکھایا۔

پس بعض نے تو چشمۂ محمدؐ سے پیا جو صفتِ رحمانیت سے پھوٹا تھا اور بعض نے چشمۂ احمدؐ سے خم لنڈھائے جو کہ حقیقتِ رحیمیت پر مشتمل تھا۔ اور یہ ابتداء سے طے شدہ پروگرام تھا اور مقرر شدہ وعدہ تھا جو نبیوں کی زبانی بیان ہوا کہ اسمِ احمدؐ سوائے مسیح موعود کے جسے اللہ تعالیٰ آخری ایام میں مبعوث فرمائے گا کسی اور وارث میں کامل طور پر تجلی نہیں کرے گا۔

قارئین کرام! اس مضمون پر حضرت مرزا صاحب کی یہ حتمی اور فیصلہ کن تحریر ہے جو ایک طرف سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی بلند مقام کی وضاحت کرتی ہے تو دوسری طرف یہ ثابت کرتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو جو کچھ ملا وہ در حقیقت جلوہ محمدیؐ ہی کی عطا ہے۔

جہاں تک مولوی صاحب کے اعتراض کا تعلق ہے، انہیں حضرت مرزا صاحب پر

تنقید کرنے سے پہلے ان بزرگانِ امت کے دعاوی پر غور کرنا چاہئے جنہوں نے خدانمائی کا آئینہ تو کجا اس سے بھی بہت بڑے بڑے دعوے کئے مثلاً:

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ اعلان فرمایا:۔

’’اَنَا الْوَاحِدُ الْفَرْدُ الْكَبِيْرُ بِذَاتِهٖ‘‘

کہ میں ہی وہ واحد اور فرد کبیر بذات خود ہوں۔ نیز فرمایا

’’لَيْسَ فِىْ جُبَّتِىْ سِوَى اللّٰهِ‘‘

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ۔ جلد ا صفحہ ۳۴۴۔ مکتوب نمبر ۲۷۲۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس کانپور)

کہ میرے جبہ میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں۔ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ یہ دعوی فرماتے ہیں:۔ ؎

من خدایم من خدایم من خدا
فارغم از کینہ و کبر و ھوا

(فوائد فریدیہ از خواجہ غلام فرید ترجمہ فقیر معینی شاہ جمالی۔ صفحہ ۸۵۔ بار اول)

اور حضرت منصور حلاجؒ کے بارہ میں لکھا ہے کہ:۔

’’حلاج کی جان اس جرم میں لی گئی کہ وہ ’’انا الحق‘‘ یعنی ’’میں خدا ہوں‘‘ کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔ اس قول سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ اتحادِ ذاتِ الٰہی کے قائل تھے یعنی اپنی ذات کو ذاتِ الٰہی میں گم کر کے ذاتِ الٰہی کا جزو بن گئے تھے‘‘۔

(انوار اولیاء۔ صفحہ ۱۸۰۔ مرتبہ رئیس احمد جعفری ندوی۔ مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور)

ان کے علاوہ اور متعدد بزرگانِ امت ہیں جنہوں نے آئینہ خدانمائی نہیں خود خدا ہونے کے اعلان کئے۔ پس اگر ان کے ایسے دعوے ان کو خدا نہیں بناتے تھے بلکہ ان کے اعلیٰ روحانی مقام کے آئینہ دار تھے تو مولوی صاحب کا حضرت مرزا صاحب پر اعتراض محض جھوٹ اور بغض و عناد کا آئینہ دار ہے۔

☆ ☆ ☆

امام حسینؓ اور امام مہدیؑ

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی حسبِ ذیل عبارت اور درج ذیل شعر کو اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسینؓ سے بڑھ کر ہے“۔

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۳۳)

نیز فرمایا: ؎

کربلائے ست سیر ہر آنم ۔ صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۴۷۷)

ترجمہ:۔ میں ہر وقت گویا کربلا میں سیر کرتا ہوں اور میں اپنے گریبان کے اندر اپنے سینے کے ساتھ سو حسین چمٹائے پھرتا ہوں۔

قارئین کرام! یہ مولوی صاحب کی ایسی ہی بددیانتی ہے جیسے کوئی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۴ کا یہ پہلا حصہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ تو پڑھ دے کہ نماز کے قریب نہ جاؤ اور اگلے حصہ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی کے ذکر کو چھوڑ دے۔

یہ شعر جو مولوی صاحب نے یہاں اعتراض کے طور پر پیش کیا ہے اس سے پہلے اشعار کا مضمون عشقِ الٰہی کی کیفیات پر مشتمل ہے اور حضرت مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ آپ بھی ان کشتگانِ حبِ خدا میں شامل ہیں اور اس زمانہ میں اس کارزارِ عشق کے قتیل آپ ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

بالخصوص آں سخن کہ از دلدار　　خاصیت دارد اندریں اسرار

دلدار کی وہ باتیں جو اسرار کے طور پر عشق پیدا کرنے والی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں۔

کشتۂ او نہ یک نہ دو نہ ہزار   ایں قتیلان او بروں زشمار

باتوں کے فدائی صرف ایک دو یا ہزار انسان ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے کشتے بے شمار ہیں۔

ہر زمانے قتیل تازہ بخواست   غازۂ روئے او دم شہداست

ہر وقت وہ ایک نیا قتیل چاہتا ہے اس کے چہرہ کا غازہ شہیدوں کا خون ہوتا ہے۔

ایں سعادت چو بود قسمت ما   رفتہ رفتہ رسید نوبت ما

سعادت چونکہ ہماری قسمت میں تھی رفتہ رفتہ ہماری نوبت بھی آ پہنچی۔

ان سے اگلا شعر یہ ہے

کربلائے ست سیر ہر آنم   صد حسینؓ است در گریبانم

اس شعر میں آپؑ نے میدانِ کربلا کے کرب و بلا اور اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ثباتِ قدم اور قربانیوں کی کیفیات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کیفیات میں سے اس زمانہ میں آپ گذر رہے ہیں۔ پس یہاں نہ اس میدانِ کربلا کا ذکر ہے نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا۔ بلکہ یہ دونوں نام مستعار لے کر بطور استعارہ استعمال کئے ہیں۔ اور شعر و ادب میں استعارہ کو ظاہر پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔

اس طرح شعر میں لفظ ''گریبان'' کا استعارہ دل کے لئے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے اسی نظم کے ایک اور شعر میں یہی لفظ بیان فرما کر اس کے معنوں کی تعیین بھی فرما دی ہے۔ فرمایا

شورش عشق ہست ہر آنے   تا بکے خیر ایں گریبانے

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۴۷۸)

کہ میرے اندر ہر وقت عشقِ خدا کا ایک جوش ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ یہ دل کب تک سلامت رہے۔

پس ان اشعار میں گریبان سے مراد قمیص و کرتہ کا گلا نہیں بلکہ عشق خدا سے معمور وہ دل ہے جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے کشتگانِ حبِ خدا کی محبت سینکڑوں نہیں ہزار، لاکھ بار بسی ہوئی ہے۔

شعر و ادب کا یہ خاصہ اور حسن ہے کہ چاہے کسی زبان کے ہوں ان میں مجاز اور استعارے استعمال ہوتے ہیں اور ان میں بقول شاعر ؎

حسن کو چاند، جوانی کو کنول کہتے ہیں

حضرت مرزا صاحب نے اپنے اشعار میں رہِ عشقِ خدا میں اپنی مشکلات و تکالیف کے بیان کے لئے کربلا اور حسینؓ اور گریبان کے استعارے اسی طرح استعمال فرمائے ہیں۔ جس طرح علامہ ملا نوعی نے اپنے اس شعر میں استعمال فرمائے کہ ؎

کربلائے عشقم و لب تشنہ سرتاپائے من
صد حسینؓ کشتہ در ہر گوشہ صحرائے من

کہ میں عشق کا کربلا ہوں اور سراپا تشنہ محبت ہوں اور میرے دل کے ہر گوشے میں سینکڑوں حسین قتل ہوتے ہیں۔

اس شعر میں کربلا اور حسینؓ کے استعاروں سے مراد میدانِ کربلا کے کرب و بلا اور حسینؓ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی استقامت اور قربانیوں کی کیفیات ہی کا اظہار مقصود ہے نہ کہ حضرت حسینؓ پر فضیلت کا دعوی کیا گیا ہے۔ اور دل کے لئے صحرا کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ ان استعاروں کو ظاہر پر محمول کر کے ان کو ناجائز قرار دینے والا یا ان کی وجہ سے صاحبِ شعر کو ہدف اعتراض بنانے والا کوئی جاہل ہی ہوسکتا ہے کہ جس کو شعر و ادب کا ادراک ہی نہیں یا پھر ایسا کور باطن ہوسکتا ہے جو دن کو بھی رات ہی سمجھتا ہے۔

جہاں تک کتاب دافع البلاء کی مذکورہ بالا عبارت کا تعلق ہے جس پر مولوی صاحب نے اپنے اعتراض کی بنیاد رکھی ہے تو اس میں مولوی صاحب نے بددیانتی سے کام لیا ہے اور

ادھوری عبارت پیش کی ہے اور اس عبارت کا پس منظر بھی نہیں بتایا قارئین اگر اس عبارت کا سیاق وسباق پڑھیں حقیقتِ حال واضح ہو جائے گی۔ لیکن یہاں اس تفصیل میں جائے بغیر ہم آپ کی خدمت میں صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے محض فتنہ اور فساد کی غرض سے اسے جذباتی مسئلہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ بحث حضرت مرزا صاحب کی نہیں۔ بحث اس موعود مسیح و مہدی کے مقام کی ہے جس کے بارہ میں یہ مولوی صاحب اور ان کے بزرگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوگا اور نبی ہوگا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم درج کر آئے ہیں۔ پس خلیفۃ الرسولؐ اور نبی اللہ سے کسی دوسرے کے مقام کا موازنہ کرنا اور اسے جذباتی مسئلہ بنانا، فتنہ پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

اہلِ حدیث کے مشہور نامور عالم نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۸۶ پر حضرت امام محمد ابن سیرینؒ کی یہ روایت درج کی ہے:

”یَکُوْنُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَلِیْفَۃٌ خَیْرٌ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ“

کہ اس امت میں ایک خلیفہ ایسا ہوگا جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی افضل ہوگا۔

آنے والے مہدی کے بارہ میں فصوص الحکم کے شارح شیخ عبدالرزاق قاشانی بیان فرماتے ہیں:۔

”اَلْمَھْدِیُّ الَّذِیْ یَجِیْئُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ فِیْ الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ تَابِعًا لِّمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فِیْ الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ وَالْحَقِیْقَۃِ تَکُوْنُ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ کُلُّھُمْ ...... لِاَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ“۔

(شرح فصوص الحکم از شیخ عبدالرزاق قاشانی۔ مطبع مصطفٰی البابی الحلبی مصر۔ صفحہ ۴۲، ۴۳۔ طبع ثانی ۱۹۶۶ء)

کہ امام مہدی علیہ السلام جو آخری زمانہ میں ہوں گے چونکہ وہ احکام شرعی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے۔ اس لئے معارف اور علوم اور حقیقت میں تمام کے تمام ولی اور نبی اس کے تابع ہوں گے کیونکہ ان کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔

ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب وہی مہدی ہیں جن کی آمد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اس لئے ان کا وہی مقام ہے جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ اور اس کی تشریح بزرگان امت نے کی۔

آخر میں ہم مولوی صاحب سے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ نے یہ مسئلہ محض چالاکی اور شرارت کی غرض سے نہیں اٹھایا اور اسے جذباتی مسئلہ بنانا مدنظر نہیں تھا تو بتائیں کہ

۱۔ آپ کے پاس کون سی آیتِ قرآنیہ ہے جس میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام افضل ہیں تمام انبیاء سے۔

۲۔ کسی حدیث صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ امام حسین افضل ہیں تمام انبیاء سے۔

۳۔ امام حسین نے کبھی خود فرمایا ہو کہ وہ افضل ہیں تمام انبیاء سے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

۴۔ یا باقی آئمہ اہل بیت میں سے کسی امام نے فرمایا ہو کہ امام حسین افضل ہیں تمام انبیائے سابقہ سے سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

پس جب تک آپ مذکورہ بالا مطلوبہ ثبوت مہیا نہیں کرتے آپ آئندہ اس مسئلہ پر ہم سے بات کرنے کے مجاز نہیں۔

☆ ☆ ☆

شفیعِ کاملؐ

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب دافع البلاء کے ایک مضمون میں سے جس میں عیسائیوں کو مخاطب کیا گیا ہے ایک فقرہ اچک کر اسے اندھا دھند اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ اور یہاں بھی اپنی روایتی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا اسے چھوڑ دیا ہے۔ جو عبارت مولوی صاحب نے اپنے پمفلٹ کے صفحہ ۱۷ پر تحریر کی ہے وہ یہ ہے:۔

> ’’آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں‘‘۔

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۳۳)

معزز قارئین! ہم یہاں حضرت مرزا صاحب کی تفصیلی تحریر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے آپ اندازہ لگا سکیں کہ حضرت مرزا صاحب اصل شفیع اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قرار دیتے ہیں اور اپنی شفاعت کو ان کا سایہ اور ظل قرار دیتے ہیں۔ یہاں آپ عیسائی پادریوں کو مخاطب ہو کر یہ فرما رہے ہیں کہ اب ربنا المسیح، ربنا المسیح کی صدائیں بلند کرنا چھوڑو کہ وہ تمہارے لئے کسی قسم کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ میرے پیچھے آو کہ تمہیں حقیقی شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو سکے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

> ’’تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے۔

اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو۔ اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیحؑ سے بڑھ کر ہے۔ .... اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم”۔

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۳۳)

اب دیکھئے! مولوی صاحب نے کس طرح بددیانتی کرتے ہوئے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے خود شفیع بن بیٹھے ہیں۔

معزز قارئین! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل، حقیقی اور کامل شفیع ہیں۔ یہی حضرت مرزا صاحب نے واضح فرمایا ہے۔ آپؑ کی اسی شفاعت کا ذکر آپ نے یوں بھی بیان فرمایا کہ:۔

پہلے تو راہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

نیز فرمایا:۔

”شخص شفیع کے لئے .... ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک ایسا گہرا تعلق

ہو کہ گویا خدا اس کے دل میں اترا ہوا ہو اور اس کی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلی پیدا ہو گئی ہو۔ اور اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہ نکلی ہے۔ اور اس طرح پر قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو۔ اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اس کی ہمدردی میں اس کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہو گی۔ اور گویا شدتِ قلق سے اس کے اعضاء اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں۔ اور اس کی ہمدردی نے اس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غم خوار سے بڑھ کر ہے۔ پس جب یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جفت۔ تب دونوں پلہ میزان کے اس میں مساوی ہوں گے۔ یعنی وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہوگا اور مظہر ناسوت کامل بھی اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا۔ اس طرح پر

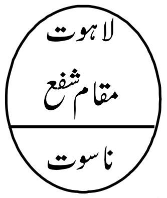

اسی مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا، اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا۔ اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا۔ اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا۔ یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور

محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا۔ اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے۔ لہذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ......

......اور چونکہ خدا سے محبت کرنا اور اس کی محبت میں اعلیٰ مقام قرب تک پہنچنا ایک ایسا امر ہے جو کسی غیر کو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال ظاہر کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تمام چیزوں پر خدا کو اختیار کر لیا تھا اور آپ کے ذرہ ذرہ اور رگ اور ریشہ میں خدا کی محبت اور خدا کی عظمت ایسی رچی ہوئی تھی کہ گویا آپ کا وجود خدا کی تجلیات کے پورے مشاہدہ کے لئے ایک آئینہ کی طرح تھا۔ خدا کی محبت کاملہ کے آثار جس قدر عقل سوچ سکتی ہے وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے۔“

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول شمارہ ۵۔ صفحہ ۱۸۱۔۱۸۴)

یہ وہ شفاعت تھی اور یہ وہ شفیع تھا جس کی طرف حضرت مرزا صاحب نے سب کو بلایا۔ کاش دنیا اس شفیعِ کاملؐ کے دامن کو تھامنے کے لئے سعی کرتی اور غموں اور دکھوں سے نجات پا جاتی۔

مولانا! یہ تو اچھا ہوا کہ اس اعتراض کی بدولت آپ کو بھی شفاعت کے حقیقی معنوں کا علم ہو گیا۔ آپ سے تو امید نہیں لیکن بہت سے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

☆ ☆ ☆

غلام احمد۔ عکسِ کامل

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمدؐ رکھا‘‘۔

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۳۳)

نیز فرمایا:۔ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۴۰)

اس پر مولوی صاحب کو اعتراض یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مسیح ناصری علیہ السلام سے مقام اور شان میں افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر آگے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۳ پر مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب تتمہ حقیقۃ الوحی کا یہ اقتباس درج کیا ہے اور اس پر اعتراض کے طور پر یہ عنوان باندھا ہے کہ ’’میں تمام انبیاء سے افضل ہوں سوائے آنحضرتؐ کے‘‘......اقتباس حسب ذیل ہے:۔

’’سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اور اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے‘‘۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲۔ صفحہ ۵۷۴)

قارئین کرام! مولوی ابو البشیر صاحب نے ان تحریروں کو انتہائی بھیانک کلمۂ کفر کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہم قارئین پر خوب اچھی طرح واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب کا ویسا ہی ظلم و افتراء ہے جیسا کہ کوئی شخص ان بزرگان امت پر حملہ کرے جن کے عقائد ہم ذیل میں تحریر کریں گے، اور پھر ان تحریرات اور فرمودات کو کلمہ کفر قرار دے۔ چنانچہ قرآن کریم اور احادیثِ نبویہؐ کی روشنی میں امت میں ظاہر ہونے والے مہدی کے متعلق عارف ربانی محبوب سبحانی سید عبدالکریم جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔

> ’’اس سے مراد وہ شخص ہے جو صاحب مقام محمدیؐ ہے اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے‘‘۔

(انسان کامل (اردو)۔ باب ۶۱ مہدی علیہ السلام کا ذکر صفحہ ۳۵۷ نفیس اکیڈمی کراچی)

پھر گیارہویں صدی کے مشہور شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی اپنی کتاب ’’بحار الانوار‘‘ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

> ’’یَقُوْلُ (الْمَهْدِیْ) یَا مَعْشَرَ الْخَلائِقِ اَلاَ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلَی اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ فَهَا اَنَا ذَا اِبْرَاهِیْمُ وَاِسْمٰعِیْلُ اَلاَ وَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی مُوْسٰی وَ یُوْشَعَ فَهَا اَنَا ذَا مُوْسٰی وَ یُوْشَعُ اَلاَ وَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی عِیْسٰی وَ شَمْعُوْنَ فَهَا اَنَا ذَا عِیْسٰی وَ شَمْعُوْنُ اَلاَ وَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی مُحَمَّدٍ وَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ) فَهَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ‘‘۔

(بحار الانوار جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۲)

یعنی جب امام مہدی آئے گا تو یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰؑ اور یوشع کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰؑ اور یوشع ہوں۔ اگر تم

میں سے کوئی عیسیٰؑ اور شمعون کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی عیسیٰؑ اور شمعون ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین (علیؓ) کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین میں ہی ہوں۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب الخیر الکثیر میں فرماتے ہیں:۔

”حَقٌّ لَّہٗ اَنْ یَّنْعَکِسَ فِیْہِ اَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ فِی الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّۃِ۔ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِّلاسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَ نُسْخَۃٌ مُّنْتَسَخَۃٌ مِنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَّۃِ“

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲۔ مدینہ پریس بجنور)

یعنی آنے والے موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہو۔ عامۃ الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں تشریف لائے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی ہی کی پوری تشریح ہوگا اور اسی کا دوسرا نسخہ (True Copy) ہوگا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوگا۔

پھر شرح فصوص الحکم میں امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں لکھا ہے:۔

”اَلْمَھْدِیُّ الَّذِیْ یَجِیْئُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّہٗ یَّکُوْنُ فِی الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فِی الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ وَالْحَقِیْقَۃِ تَکُوْنُ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ کُلُّھُمْ وَلَا یُنَاقِضُ مَا ذَکَرْنَاہُ لِاَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ“۔

(شرح فصوص الحکم مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔ صفحہ ۴۲، ۴۳)

یعنی آخری زمانہ میں جو امام مہدی آئیں گے وہ احکام شریعت میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے اور معارف وعلوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے۔ اور یہ بات ہمارے مذکورہ بیان کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام مہدی کا باطن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔

پس یہ مقام ہے امام مہدی کا جو بزرگان سلف نے قرآن کریم اور احادیث نبویہؐ کی روشنی میں بیان کیا ہے مگر یہ مولوی صاحب ایسے مدعی مہدویت کو جو اس مقامِ عظیم کا حامل ہے نہ صرف جھوٹا قرار دیتے ہیں بلکہ اس پر طنز کرتے ہیں۔

مولوی صاحب! دنیا ادھر سے ادھر ہوسکتی ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں مگر یہ بات دل سے نکال دیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں ٹل جائیں گی (نعوذ باللہ)۔ پس جو بھی مہدی معہود ہے وہ اسی مقام بلند پر فائز ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی ہے کیونکہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکسِ کامل ہے اور اس کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہے جو وہم وگمان سے برتر ہے۔

☆ ☆ ☆

حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

’’براہین احمدیہ میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا پھر اس میں صدق کا روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسیٰ رکھا‘‘۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲۔صفحہ ۳۵۰ حاشیہ)

مولوی صاحب کے نزدیک یہ بہت ہی قابلِ اعتراض بات ہے۔ بلکہ اس کلام کو قابلِ اعتراض بنانے کے لئے مولوی صاحب نے کھلی کھلی تلبیس سے کام لیا ہے اور اقتباس پورا نہیں دیا۔

معزز قارئین! اس مذکورہ بالا عبارت سے آگے حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

’’گویا مریمی حالت سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اس طرح میں خدا کے کلام میں ابن مریم کہلایا۔ اس بارہ میں قرآن شریف میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لئے بطور پیشگوئی کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے‘‘۔

اس عبارت سے بالکل واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو مریم قرار نہیں دے رہے جو عمران کی بیٹی تھی اور آج سے تقریباً ۱۹ سو سال قبل ناصرہ میں قیام پذیر تھی۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب قرآن کریم کے ایک عارفانہ مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے مریمی حالت کا ذکر فرما رہے ہیں اور یہ بھی واضح فرما رہے ہیں کہ قرآن شریف اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہہ دیتا ہے۔ پس یہاں حضرت مریمؑ کی مثال اور تشبیہہ کا ذکر ہے۔ قرآن کریم نے یہ مضمون اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَأَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَأَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّ قِیْلَ ادْخُلاَ النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ۔

ترجمہ:۔ اللہ کافروں کی حالت نوح اور لوط کی بیویوں کی مانند بیان کرتا ہے۔ وہ دونوں ہمارے نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ مگر ان دونوں نے ان دونوں (بندوں) کی خیانت کی تھی اور وہ دونوں الٰہی عذاب کے وقت ان (بیویوں) کے کسی کام نہ آ سکے۔ اور ان دونوں عورتوں سے کہا گیا تھا کہ جہنم میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں چلی جاؤ۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثلاً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِیْ الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

اور مومنوں کی حالت اللہ فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے جبکہ اس نے اپنے رب سے کہا کہ اے خدا! تو اپنے پاس ایک گھر جنت میں میرے لئے بھی بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے بچا اور اسی طرح (اس کی) ظالم قوم سے نجات دے۔

وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۔ (التحریم:۱۱تا۱۳)

اور پھر اللہ مومنوں کی حالت مریم کی طرح بیان کرتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی۔ جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی اور ہم نے اس میں اپنا کلام ڈال دیا تھا۔ اور اس نے اس کلام کی جو اس کے رب نے اس پر نازل کیا تھا تصدیق کر دی تھی۔ اور اس (خدا) کی کتابوں پر بھی ایمان لائی تھی اور (ہوتے ہوتے ایسی حالت پکڑ لی تھی کہ) اس نے فرمانبرداروں کا مقام حاصل کر لیا تھا۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کی مثال دو ہی عورتوں سے دی ہے۔

یعنی فرعون کی بیوی سے اور مریم بنت عمرانؑ سے۔ ان مولوی صاحب کو مریم ہونے پر سخت اعتراض ہے اور مریم ہونا ان کے نزدیک بہت ہی بری بات ہے۔ کوئی اگر انہیں مریم کہہ دے تو یہ شاید آپے سے باہر ہو جائیں اور اس کا سر پھوڑ ڈالیں۔

لہذا اب ان کے لئے صرف اور صرف دو ہی راستے ہیں کہ یا تو یہ اپنے آپ کو فرعون کی بیوی کی مثال دے لیں۔ اگر یہ نہیں تو پھر یہ ان دو عورتوں کی طرح ہیں جن میں سے ایک حضرت نوحؑ کی بیوی تھی اور دوسری حضرت لوطؑ کی۔ بہر حال یہ قطعی بات ہے کہ یہ ہیں بمنزلہ عورت کے۔

باقی جہاں تک مریم ہونے کا تعلق ہے یہ تو خدا کی خاص عطا ہے جو ان کامل مومنوں کو نصیب ہوتی ہے جو اس کے قرب میں ایک خاص مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور ''صَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّھَا وَ کُتُبِہٖ'' کے مصداق ہو کر کامل طور پر قانتین کے زمرہ میں آجاتے ہیں۔ پھر یہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے نفخِ روح یعنی مکالمہ و مخاطبہ کا سلسلہ جاری ہوتا ہے تو انہیں ایک نئی منزل مل جاتی ہے جسے مقام عیسیٰ یا عیسویت کہتے ہیں۔ چنانچہ امت میں بعض بزرگوں نے اس مقام پر پہنچنے کے دعوے کئے مثلاً حضرت شیخ معین الدین اجمیریؒ کا یہ دعویٰ بہت مشہور ہے کہ

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد
من نمیگویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

کہ روح القدس ہر وقت میرے اندر جلوہ فگن ہے۔ میں کہتا نہیں لیکن درحقیقت میں دوسرا عیسیٰؑ ہوں

اسی طرح شاہ نیاز احمد دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

عیسی مریمی منم (دیوان شاہ مولانا نیاز احمد۔ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ۔ صفحہ ۲۲)

کہ میں مریم سے ہونے والا عیسیٰ ہوں۔

پس مولوی صاحب! قرآن کریم کی اس تعلیم کے آئینہ میں اپنی حیثیت دیکھ لیں اور پھر مریم اور عیسیٰ بننے والے مقربینِ الٰہی پر بیشک طنز کرتے رہیں۔

بیت اللہ

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

''خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے''۔

اس پر مولوی صاحب کو اعتراض ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دیگر ناموں اور صفات کے ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بیت اللہ بھی قرار دیا ہے۔

یہ بھی ایسا ہی اعتراض ہے جسے خود ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رد فرما رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ کسی کو بیت اللہ سے تشبیہہ دینا نہ صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اس انسان کے فضل و شرف کا موجب ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت علیؓ کو بیت اللہ سے تشبیہہ دی اور فرمایا ''یَا عَلِیُّ اِنَّمَا اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ الْکَعْبَةِ'' کہ اے علیؓ تو کعبہ کی طرح ہے۔

(فردوس الاخبار دیلمی جلد ۵ صفحہ ۴۰۶۔ الناشر دار لکتاب العربی)

☆ ☆ ☆

حجر اسود

حضرت مرزا صاحب کا ایک کشف ہے جسے آپ نے یوں بیان فرمایا کہ:۔

”یکے پائے من می بوسید و من میگفتم کہ حجر اسود منم“

(اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۴۵ حاشیہ)

مولوی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خود کو حجرِ اسود قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! کشف تعبیر طلب ہوتا ہے اور کبھی بھی کشف کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جاتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ ......الخ (الحج: ۱۹)

ترجمہ:۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جو کوئی بھی آسمان میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرتا ہے اور اسی طرح جو کوئی زمین میں ہے اور سورج بھی اور چاند بھی اور ستارے بھی ......

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ:۔

اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ

(یوسف: ۵)

کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

اب کوئی مولوی ابوالبشیر صاحب جیسا معترض اس وقت ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام پر اس کشف کی وجہ سے نہ جانے کیا کیا پھبتیاں کستا۔ اور آپ پر الوہیت کا دعویدار ہونے کے

فتوے صادر کرتا۔ مگر یہ ایک کشف تھا اور اس کی تعبیر اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ کے گیارہ بھائی اور والدین آپ کی پناہ میں آ گئے۔ سورہ یوسف کی آیت ۱۰۱ میں اس کی تفصیل درج ہے۔

پس کشف کی تعبیر ہوتی ہے اور حجرِ اسود کی تعبیر استادانِ فن تعبیر کے نزدیک یہ ہے۔

”اَنَّ الْـمُرَادَ مِنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فِیْ عِلْمِ الرُّؤْیَا الْمَرْءُ الْعَالِمُ الْفَقِیْہُ الْحَکِیْمُ“۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء۔ روحانی خزائن جلد۲۲ ص ۶۶۳ حاشیہ)

کہ حجر اسود کی تعبیر علم رویا کے اعتبار سے عالم، فقیہہ اور صاحب حکمت انسان ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ تعبیر حضرت مرزا صاحب پر لفظاً لفظاً صادق آتی ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے ہم قبل ازیں مولانا ابوالکلام آزاد، مرزا حیرت دہلوی اور حافظ نور محمد نقشبندی چشتی کی شہادتیں پیش کر آئے ہیں۔ اب حضرت مرزا صاحب کے اشد ترین مخالف، اہل حدیث کے مشہور لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب جو ایک لحاظ سے ان مولوی صاحب کے بزرگ بھی ہیں، کی گواہی پیش کرتے ہیں جو یہ ثابت کرتی ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کشف میں حجر اسود تھے تو اس کی تعبیر کے لحاظ سے عالم بے بدل، فقیہ اور صاحب حکمت و فضل انسان تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب آپ کی کتاب براہین احمدیہ پڑھ کر فرماتے ہیں:-

> ”اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔
>
> ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا

دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو۔ اور مخالفینِ اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ٦۔ جلد ٧۔ صفحہ ١٦٩، ١٧٠۔ مطبع ریاض ہند امرتسر)

☆ ☆ ☆

اسمہٗ احمد

مولوی ابو البشیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ تحفہ گولڑویہ سے ایک عبارت نقل کی ہے اور اسے ہدفِ اعتراض بنایا ہے کہ مرزا صاحب نے خود کو قرآن میں مذکور پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق قرار دیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:۔

''اور جیسا کہ آیت وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا''۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۶۸، ۶۹)

معزز قارئین! ملاحظہ فرمائیں۔ اس عبارت میں صاف لکھا ہے کہ اس آیت میں ''یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا''۔ حضرت مرزا صاحب براہ راست اس آیت کا خود کو مصداق قرار دے ہی نہیں رہے بلکہ یہ فرما رہے ہیں کہ رسول اللہؐ کا مظہر اور بروز ہونے کے لحاظ سے آپ کے متعلق اس آیت میں اشارہ موجود ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے نزدیک اس آیت کے حقیقی مصداق ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ

رُحَـمَاءُ بَيْنَهُمْ ………… ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ[1] ۔(۲) دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ[2] اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے“۔

(اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۴۳)

جہاں تک مولوی صاحب کا تعلق ہے یہ اس کتاب اربعین کا بڑے غور سے مطالعہ کر چکے ہیں اور اس میں سے اعتراض کی خاطر کئی فقرات بھی اچک چکے ہیں اور کئی اقتباسات اپنے اس پمفلٹ میں درج کر چکے ہیں اس لئے اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ مولوی صاحب عامۃ المسلمین کو محض دھوکہ دے رہے ہیں اور جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپا رہے ہیں۔

☆ ☆ ☆

---

[1] الفتح:۳۰ [2] الصّف:۷

رحمۃٌ للعالمین

مولوی صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنا الہام **وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ** بتایا ہے۔

مولوی صاحب! بتائیں کہ مسیح اور مہدی جس کے آپ منتظر ہیں آپ کے گمان کے مطابق جب وہ آئے گا تو کیا وہ دنیا کے لئے رحمت ہوگا یا زحمت؟...... سیدھی اور سادہ سی بات ہے کہ جو بھی رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگا اسے خواہ کوئی منصب عطا ہو یا نہ، وہ آپؐ کا امتی ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کے لئے رحمت ہی ہوگا اور وہ جو رحمت نہیں ہوگا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب بھی نہیں ہوسکتا۔

جہاں تک کسی امتی پر ان آیاتِ قرآنیہ کے الہاماً نزول کا تعلق ہے جن میں خالصۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ تو مولانا! یاد رہے کہ مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب جو جماعت احمدیہ کے شدید مخالفوں میں سے تھے اور آپ کے بزرگوں میں سے تھے، بڑی وضاحت سے اپنی کتاب ''اثبات الالہام والبیعۃ'' میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں ان کی یہ تحریر ان لوگوں کے جواب میں ہے جو برصغیر کے مشہور اور صاحبِ کشف والہام بزرگ حضرت مولوی عبداللہ غزنوی صاحب کے ان الہامات پر اعتراض کرتے تھے جو قرآنی آیات پر مشتمل تھے اور ان میں خالصۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرتؐ کو خطاب ہے تو

صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کرے گا اور نصیحت پکڑے گا۔ ...... اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل فرمائی ہے، اپنے پر وارد کرے۔ اور اس کے امر اور نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بے شک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحقِ تحسین ہوگا۔ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے مثلاً: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ...... فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ ...... فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوْ الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ ...... وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ ...... فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ ...... وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ۔ ...... وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ انشراح صدر اور عطا اور رضا اور انعامِ ہدایت جس لائق یہ ہے علی حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہوگا اور اس امر و نہی وعدہ میں اس کو آنحضرتؐ کے حال میں شریک سمجھا جائے گا“۔

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳۔ مطبع ریاض ہند امرتسر)

مولوی صاحب! اب

۱۔ حضرت مولوی عبد اللہ غزنویؒ صاحب کی سوانح میں درج الہامات سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ سَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰی آپ کو بارہا الہام ہوئی (صفحہ ۵)

نیز وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ۔ (صفحہ ۱۵)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ...... فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ... وَلَا تَمُدَّنَّ

عَیْنَیْكَ اِلَی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (صفحه ۳۵)

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا

(صفحه ۳۶)

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ...... اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

(صفحه ۳۷)

(سوانح مولوی عبداللہ غزنوی مولفہ عبدالجبار غزنوی و مولوی غلام رسول مطبع القرآن والسنہ امرتسر)

۲۔ حضرت خواجہ میر درد مرحوم نے اپنی کتاب ’’علم الکتاب‘‘ میں اپنے الہامات درج فرمائے ہیں۔ ان میں دو درجن سے زائد الہامات آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک الہام یہ بھی ہے: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ (علم الکتاب صفحہ ۶۴)

۳۔ اب آیت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کی بابت سنئے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو کئی مرتبہ یہ آیت قرآنی الہام ہوئی:

چنانچہ حضرت مخدوم گیسو درازؒ لکھتے ہیں: ’’حضرت شیخ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی کسی ماہ میرے سرہانے ایک خوب رو اور خوش جمال لڑکا نمودار ہو کر مجھے اس طرح مخاطب کرتا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ۔ میں شرمندہ سر جھکا لیتا اور کہتا یہ کیا کہتے ہو۔ یہ خطاب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ یہ بندہ نظام کس شمار میں ہے جو اس کو اس طرح مخاطب کیا جائے‘‘۔

(جوامع الکلم ملفوظات گیسو درازؒ۔ صفحہ ۲۲۶۔ ڈائری بروز شنبہ ۲۶ شعبان ۸۰۲ھ۔ مرتبہ سید محمد اکبر حسینی ترجمہ پروفیسر معین الدین دردائی نفیس اکیڈمی کراچی)

تمام مسلمان جانتے ہیں کہ مندرجہ بالا الہامات آیاتِ قرآنیہ ہیں اور ایسی آیاتِ قرآنیہ ہیں کہ جن میں خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔

پس مولوی صاحب! اپنے ان بزرگوں پر خصوصاً حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ پر آپ کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟ آگے بڑھیں اور اگر ہمت ہے تو حضرت شیخ نظام الدین

اولیاء پر بھی حملہ کر کے دیکھیں۔ لیکن یہ محاذ کھولنے سے قبل ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لے لیں اور جب تک اپنے گھر کی خبر نہیں لے لیتے اس وقت تک آپ کو سچے اور پاک اور خدا والوں پر زبان درازی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اب ذرا اپنے بزرگ اور پیر و مرشد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے پوچھیں کہ ان کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کیا تھے تو وہ آپ کو بڑے انشراح سے بتائیں گے کہ انہوں نے اپنی کتاب الافاضات الیومیہ کی جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ پر قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین تھے۔

مولوی صاحب! قبل اس کے کہ الافاضات الیومیہ سے آپ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے متعلق یہ الفاظ آپ مٹانے کی کوشش کریں، اپنے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کے منصب کا بھی خیال کر لیں کہ وہ بھی ملتان والے آپ کے ہم مشرب لوگوں کے نزدیک رحمۃٌ للعالمین تھے۔ اگر آپ کو اس کا علم نہیں تو مدرسہ قاسم العلوم ملتان والوں سے پوچھ لیں ان کے مدرس محمد موسیٰ نے بخاری صاحب کا مرثیہ لکھا تھا جو ہفت روزہ ترجمان الاسلام لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے لکھا۔

و کنت من الرحیم علی بسیط   عطاء رحمۃً للعالمینا

کہ تو خدائے رحیم کی طرف سے اس کرہ ارض پر عطا اور رحمۃ للعالمین تھا۔ پس اے مولوی عرفانی صاحب! جب تک ان لوگوں کا قلع قمع نہ کر لو آپ کو کسی سچے اور پاک بزرگ پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں۔

مولوی صاحب! ہمیں تو علم ہے کہ ناموں کی کثرت شرف و فضل کی دلیل ہوتی ہے مگر کوئی آپ جیسا منچلا غیر احراری شخص آپ کے امیر شریعت کے ناموں کو گنوائے کہ مثلاً وہ امیر شریعت تھے، عطاء اللہ تھے، شاہ تھے، بخاری تھے اور ''رحمۃٌ للعالمین'' بھی تھے وغیرہ وغیرہ اور پھر یہ کہے کہ ؎ مگر اس کو بھی حسرت ہے کہ ہو گر گٹ نہیں سکتا

تو بتائیں کہ آپ اسے کیا جواب دیں گے؟

☆ ☆ ☆

خاتم الانبیاءؐ

مولوی ابوالبشیر نے حضرت مرزا صاحب کی ایک تحریر درج کر کے واضح طور پر جھوٹ سے کام لیتے ہوئے اس پر عنوان یہ لگایا ہے۔

''میں خاتم الانبیاء ہوں''

حضرت مرزا صاحب کی اصل تحریر یہ ہے:۔

''میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجبِ آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں''۔

(ایک غلطی کا ازالہ)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ مولوی صاحب کس طرح دجل سے کام لیتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے نہ اس عبارت میں اور نہ ہی کسی اور تحریر میں کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نعوذ باللہ خاتم الانبیاء ہیں بلکہ اس جگہ بھی اور جب بھی کبھی یہ مضمون بیان فرمایا۔ اپنے آپ کو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز قرار دیا۔ پس جو شخص ایسی بات منسوب کرتا ہے جس طرح مولوی ابوالبشیر نے کی ہے وہ یقیناً جھوٹا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ کرنا گناہ ہے۔ اور ایسا دعویدار قطعی طور پر جھوٹا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور خادم اور غلام ہونا بیان فرمایا ہے:۔

''وہ رسول محمد عربیؐ ...... وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا اس کے غلاموں

اور خادموں میں سے ایک میں ہوں‘‘۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲۔ صفحہ ۲۸۶)

نیز فرمایا:۔

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَّ تَحَنُّنٍ   یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانٖ

کہ اے میرے آقا (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر کیجئے کہ میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔

پھر فرمایا:۔

’’ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہوسکیں۔ کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔ اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں ان کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتے‘‘۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳۔ صفحہ ۱۷۰)

نیز فرمایا:۔

’’خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت

سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے''۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲۔ صفحہ ۱۵۴ حاشیہ)

جہاں تک خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور ظل ہونے کا تعلق ہے اس پر اعتراض کرنا سراسر ظلم ہے۔ اور ویسا ہی ظلم ہے جیسا کہ کوئی شخص ان بزرگانِ امت پر حملہ کرے۔ جن کے عقائد ہم ذیل میں تحریر کریں گے، اور ان کی تحریروں سے کفر والحاد کے معنی اخذ کرے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:۔

''حَقٌّ لَّہٗ اَنْ یَّنْعَکِسَ فِیْہِ اَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ فِیْ الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّۃِ۔ کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِّلْاسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَ نُسْخَۃٌ مُّنْتَسَخَۃٌ مِنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَّۃِ''

(الخیر الکثیر صفحہ ۷۲۔ مدینہ پریس بجنور)

یعنی آنے والے موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا انعکاس ہو۔ عامۃ الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں تشریف لائے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسمِ جامع محمدی ہی کی پوری تشریح ہوگا اور اسی کا دوسرا نسخہ (True Copy) ہوگا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوگا۔

پھر عارف ربانی محبوبِ سبحانی سید عبد الکریم جیلانیؒ امام مہدی کے متعلق فرماتے

ہیں:۔

''اس سے مراد وہ شخص ہے جو صاحب مقامِ محمدیؐ ہے اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے''۔

(انسان کامل (اردو) باب ٦١ مہدی علیہ السلام کا ذکر صفحہ ٣٥٧۔ نفیس اکیڈمی کراچی)

پھر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارز ہیں۔ پہلی بار آپؐ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے۔ .... اس کے بعد دوسرے مشائخ عظام میں نوبت بنوبت بروز کیا اور کرتے رہیں گے حتی کہ امام مہدی میں بروز فرمائیں گے۔ پس حضرت آدم سے امام مہدی تک جتنے انبیاء اور اولیاء قطب مدار ہوئے تمام روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر ہیں''۔

(مقابیس المجالس صفحہ ٤١٩)

☆ ☆ ☆

میکائیل

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کا یہ اقتباس درج کیا ہے۔

”بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آ گیا ہے اور دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند“۔

(اربعین نمبر۳ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ۴۱۳ حاشیہ)

اس اقتباس پر مولوی صاحب نے افتراء کرتے ہوئے عنوان یہ لگایا ہے ”میں خدا کی مثل ہوں“ گویا کہ حضرت مرزا صاحب نے خود خدا کی مثل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

قارئین کرام! حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ خدا کی مثل ہیں یہ بہتان مولوی صاحب نے خود تراشا ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے دیکھا ہے کہ یہ ایک کے بعد دوسرا جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

جہاں تک اس عبارت کا تعلق ہے، حضرت مرزا صاحب پہلے نبیوں کی کتابوں کا حوالہ دے رہے ہیں اسی طرح حضرت دانی ایلؑ کی کتاب میں آخری زمانہ میں آنے والے موعود کے لئے بطور استعارہ فرشتہ اور میکائیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ دیکھیں باب۱۲۔ یہ مولوی صاحب بغض و عناد سے اس قدر بھرے ہوئے ہیں کہ اپنے بے باکانہ حملوں کے متعلق یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ یہ حملے حضرت مرزا صاحب پر نہیں بلکہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام پر کر رہے ہیں۔ جنہوں نے ایسی پیشگوئیاں کیں۔

جہاں تک کسی کو فرشتہ یا خدا قرار دینے کا تعلق ہے تو یہ صرف بائبل ہی کا نہیں قرآن

کریم کا بھی محاورہ ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق مَلَكٌ كَرِيمٌ (معزز فرشتہ) کے الفاظ استعمال فرمائے گئے۔ (سورہ یوسف: ٣٣)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا تعالیٰ خود یہ گواہی دیتا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: ١٨) کہ جو کنکریاں تو نے پھینکی تھیں، وہ تو نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت خدا تعالیٰ نے اپنی بیعت قرار دی اور آپ کا ہاتھ خدا تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو اسی لئے انجیل میں مالک یعنی خدا کی آمد قرار دیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

> ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں گے۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتابِ مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔
وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔
یہ خداوند کی طرف سے ہوا
اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔

(متی باب ۲۱۔ آیات ۳۳ تا ۴۴)

اس پیشگوئی کے مصداق ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ تمثیلات اور استعارے جو انہی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان سے مراد خدا تعالیٰ کی تائیدات، اس کی عزت اور جلال کا نزول ہوتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب کے نزدیک یہ باتیں سخت قابلِ اعتراض اور ناجائز ہیں بلکہ یہاں تک کہ جو ایسی بات کرے اسے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

☆ ☆ ☆

افضل الانبیاء۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے ایک عربی شعر کا ترجمہ درج کیا ہے جو یہ ہے۔

> ”اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا“۔

(اعجاز احمدی۔ صفحہ ۷۱)

اسی طرح انہوں نے لکھا ہے کہ ”نیر تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰، ط ربوہ صفحہ ۶۷ پر آنخضرتؐ کے معجزات کی تعداد تین ہزار لکھی ہے اور براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶ پر اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ بتائی ہے“۔

یہ دونوں عبارتیں لکھ کر ان پر مولوی صاحب نے واضح دجل سے کام لیتے ہوئے یہ عنوان سجایا ہے:۔

> ”میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں“۔

جناب مولوی صاحب اتنے کور باطن انسان ہیں کہ انہیں پتہ نہیں چلتا کہ اعتراض کس پر کر رہے ہیں حقیقت میں مولوی صاحب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتراض کر رہے ہیں۔ تمام علماء جانتے ہیں کہ چاند، سورج گرہن کی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب نے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں چاند کا گرہن ہوا تھا۔ اور یہی بات حضرت مرزا صاحب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کے لئے بیان کی ہے اور

چاند اور سورج گرہن کو آج تک کسی احمدی عالم نے حضرت مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کے طور پر پیش نہیں کیا۔ لیکن یہ مولوی اتنے جاہل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جو ایک حقیقت کی طرح چلی آرہی ہے۔ گذشتہ چودہ سو سال میں دین کے مفکرین نے یہ سوال نہیں اٹھایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ایک چاند ہی کو گرہن لگا تھا اور مہدی کے لئے دو کو گرہن لگے گا۔ اور کسی نے اس وجہ سے مہدی کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کا نہیں سوچا لیکن ان مولوی صاحب کے ذہن میں فتنہ کوندا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی تائید میں یہ نشان پیش کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت کا اعلان کیا ہے۔ یہ مولوی صاحب کی نیت کی کجی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ حملہ تو بظاہر حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہیں لیکن عملاً ان باتوں پر کرتے ہیں جو حضرت مرزا صاحب کی تخلیق نہیں بلکہ وہ مسائل دینیہ ہیں جن کی سند محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اگرچہ کثرت کے ساتھ علماء نے چاند سورج گرہن کی پیشگوئی والی حدیث کو قبول کیا ہے۔ اور ہندوپاکستان میں حضرت مرزا صاحب سے پہلے اس کا خوب چرچا تھا کہ چاند اور سورج گرہن لگے گا۔ لیکن اب مرزا صاحب کے بعد یہ اسے امام باقرؒ کا قول قرار دینے لگے ہیں تاکہ مرزا صاحب سے کسی نہ کسی طریق پر چھٹکارا مل جائے۔ جن کے زمانہ میں ۱۸۹۴ء میں معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن لگا۔

یہ الگ بحث ہے یہاں زیرنظر محض یہ بحث ہے کہ چاند اور سورج دو کا گرہن ہونا حضرت مرزا صاحب کی ایجاد نہیں کہ ان پر الزام دو کہ مرزا صاحب نے اپنی فضیلت کی خاطر ایک کی بجائے دو گرہن بنالئے ہیں۔

اسے اگر حدیث نبویؐ نہ بھی مانیں تو یہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۶۵ء/ ۱۴۸ھ) کی پیشگوئی ثابت ہے۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے اور امام زین العابدینؒ کے بیٹے تھے اور کروڑہا شیعہ انہیں امام مانتے ہیں۔ ان

کی طرز روایت یہ نہ تھی کہ سلسلہ وار واقعات سناتے کہ انہوں نے فلاں سے سنا اور فلاں نے فلاں سے سنا، بلکہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی پرورش ہوئی اور جو باتیں وہ وہاں سنتے تھے وہی بیان فرما دیتے تھے۔ اس لئے ان کی بیان فرمودہ روایت کو دوسرے پیمانے سے نہیں پرکھا جائے گا بلکہ ان بزرگ آئمہ کے ان کی نیکی اور تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو یہ آنحضرتؐ کی طرف منسوب کریں اسے بدرجہ اولیٰ ملحوظ رکھنا ہوگا۔ یہ مولوی صاحب مانیں نہ مانیں کروڑ ہا شیعہ امام باقرؒ کی اس روایت کو ہی ماننے پر مجبور ہیں اور سنی علماء میں سے بھی ایک تعداد اس روایت کا احترام کرتی آئی ہے۔ اور مولوی ابوالبشیر صاحب جیسے کج بحث بھی اس حقیقت سے بہرحال انکار نہیں کر سکتے کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی بنائی ہوئی پیشگوئی نہیں۔ اگر بنائی ہے تو پھر ضرور امام باقرؒ نے بنائی ہے۔ پس کیا امام باقرؒ نے امام مہدیؑ کی رسول اللہ پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے ایسا کیا تھا؟

ضمناً یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ روایت حدیث کی کتاب دارقطنی میں موجود ہے جسے سنی علماء ایک پائے کی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے مؤلف کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مولوی ابوالبشیر عرفانی نے یہاں بھی اپنی بددیانتی کا کرشمہ دکھایا ہے۔ جس نظم سے یہ شعر اس نے لیا ہے اسی میں دو شعروں کے بعد حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے۔

وَ اَنّٰی لِظِلٍّ اَنْ یُّخَالِفَ اَصْلَهٗ فَمَا فِیْهِ فِیْ وَجْهِیْ یَلُوْحُ وَ یَزْهَرُ

یعنی سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ

سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں‘‘۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲۔ صفحہ۴۶۹)

اس باب میں آخری بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی مذکورہ بالا عبارت ان تمام امور میں فیصلہ کن ہے جو پمفلٹ کا مصنف اور اسے شائع کرنے والے سادہ لوح عوام سے چھپاتے پھرتے ہیں۔ غرض اصل حقائق سامنے لائیں تو یہ اعتراض مردود ہو جاتا ہے۔

☆ ☆ ☆

خدا کے مظہر

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب پر ایک تحریر کی وجہ سے حملہ کیا ہے۔ اور جو تحریر انہوں نے درج کی ہے اسے کتر بیونت کے بعد اس طرح پیش کیا ہے کہ ”میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے (آگے فرماتے ہیں) انسانی مظہر کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرے گا“۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

جبکہ اصل عبارت یہ ہے:۔

> ”جیسا کہ دانیال نبی نے بھی لکھا ہے میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے۔ اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے۔ اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اسنے کبھی دکھائے نہیں۔ گویا خدا زمین پر خود اتر آئے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ [1] یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھلائے گا“۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲۔ صفحہ ۱۵۸)

معزز قارئین! مولوی صاحب کی کس کس بددیانتی کا چرچا کریں۔ ان کے کس کس ظلم سے آپ کو آگاہ کریں۔ ایک عبارت کے سیاق وسباق کو کاٹ کر اس پر اپنے جھوٹ کی بنیاد ڈالتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس عبارت کے شروع میں حضرت مرزا صاحب نے دانیال نبی کا ذکر فرمایا ہے اور

---

[1] البقرة:۲۱۱

فرمایا ہے کہ انہوں نے ایسا لکھا ہے لیکن مولوی صاحب نے جان بوجھ کر حضرت دانیالؑ کا ذکر چھوڑ کر باقی عبارت پیش کی ہے اسی طرح اس آیت کریمہ کو بھی چھوڑ دیا ہے جو اس مضمون کی تفسیر بیان کرتی ہے۔

باقی جہاں تک مظہرِ خدا ہونے کا تعلق ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر میں خدا تعالیٰ نے یہی مضمون بیان فرمایا ہے اور ہر نبی کی بعثت میں یہ مضمون دہرایا جاتا ہے۔ یعنی جب بھی خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات سے لوگ دور ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ دنیا میں اپنا نمائندہ اور خلیفہ بھیجتا ہے جس سے اس کی صفات کی جلوہ گری ہوتی ہے۔

یہ جلوہ گری ہی اس کی صفات کا اظہار کہلاتی ہے اور جس کے ذریعہ یہ اظہار صفاتِ باری تعالیٰ ہو وہ خدا تعالیٰ کا مظہر کہلاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے مظہر اتم تھے۔ آپ کے ذریعہ انتہائی اعلیٰ، ارفع اور اکمل طور پر صفات باری تعالیٰ کا دنیا میں اظہار ہوا۔ آپ ہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے یہ پیغام دنیا کو دیا ''صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً'' کہ ہر انسان کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے رنگ اختیار کرے کیونکہ سب سے احسن رنگ خدا تعالیٰ ہی کے ہیں۔

مولوی صاحب! اگر یہ پیغام عام لوگوں کے لئے نہیں تو ہر مومن اس کا ضرور مخاطب ہے اور جس مومن کو خدا تعالیٰ اپنے رنگ میں جتنا زیادہ رنگین ہونے کی توفیق دے، اس سے اتنا ہی زیادہ اس کی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ پس جو بھی محبوبِ خدا، مظہر صفاتِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کے رنگ چڑھانے کے ڈھنگ سیکھتا ہے اور ان رنگوں میں اپنے آپ کو رنگتا ہے وہ اس کا ایک حد تک مظہر بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگانِ سلف میں سے بعض نے نہ صرف خدا تعالیٰ کے مظہر ہونے کے بلکہ خدا ہونے کے دعوے کئے اور انا الحق کے نعرے بلند کئے۔ ایسی چند مثالیں ہم گذشتہ صفحات میں درج کر آئے ہیں، انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ مولوی ابوالبشیر صاحب عرفان کے کوچوں سے واقف ہی

نہیں۔ وہاں کی پاک روحانی باتوں کا انہیں کیسے عرفان ہوسکتا ہے۔ ہاں یہ عرفانی ہیں تو تلبیس اور جھوٹ کے۔ انہیں کیا علم کہ جب سالک سلوک کی منازل طے کرتا ہے تو بعض اوقات ایسے مقام پر بھی پہنچ جاتا ہے کہ ''انا الحق'' ''من خدایم، من خدا'' اور ''لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ'' کی صدائیں بلند کرنے لگتا ہے۔ البتہ انہیں یہ تو علم ہونا چاہئے کہ ایسے باخدا انسانوں کی تکفیر کرنے والے اور انہیں سوئے دار لے جانے والے کون لوگ تھے۔

☆ ☆ ☆

بمنزلۂ اولاد

مولوی ابوالبشیر نے حضرت مرزا صاحب کے دو الہام

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ اور

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ

درج کئے ہیں اور از راہ افتراء خود عبارت ''اِسْمَعْ وَلَدِی'' تراش کر حضرت مرزا صاحب کا الہام قرار دیا۔ ان تینوں عبارتوں پر یہ عنوان دیا ہے ''میں خدا کا بیٹا ہوں'' تا کہ سادہ لوح عوام یہ تاثر لیں کہ گویا نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب خود کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔

معزز قارئین! حضرت مرزا صاحب کا کوئی الہام ''اِسْمَعْ وَلَدِی'' کے الفاظ پر مشتمل نہیں۔ ہاں آپ کا ایک الہام ہے اَسْمَعُ وَ اَرَی۔ جس کا معنی ہے کہ میں سنتا اور دیکھتا ہوں۔ اس الہام میں کاتب کی بے احتیاطی سے اری میں 'الف' اور 'راء' کے درمیان ایسی لکیر پڑ گئی جس سے یہ دونوں حروف جڑ کر لام اور دال کی صورت اختیار کر گئے یعنی ''ار'' کی بجائے ''لد'' کی شکل بن گئی۔ چنانچہ اس الہام ''اسمع واری'' کے الفاظ یہ شکل اختیار کر گئے ''اِسْمَعْ وَلَدِی''۔

اب یہ مولوی صاحب کی حد درجہ بد دیانتی ہے کہ انہوں نے بجائے الف اور راء کے درمیان لکیر کو کالعدم قرار دینے کے اس الہام کے اعراب بھی بدل دئے اور اَسْمَعُ کو اِسْمَعْ بنا دیا اور اری میں ''ر'' کی زبر کو زیر بنا کر واری کی بجائے ولدی بنا دیا پھر اس پر اپنے اعتراض کی بنیاد رکھ دی۔

باقی جہاں تک دوسرے دو الہاموں کا تعلق ہے تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ ''بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ'' اور ''وَلَدِیْ'' میں زمین و آسمان کا فرق ہے خدا کا تو کوئی بیٹا نہیں۔ لیکن اگر خدا یہ کہے کہ میں بیٹوں کی طرح پیار کرتا ہوں تو یہ کوئی نیا محاورہ نہیں۔ بائبل ایسے محاوروں سے بھری پڑی ہے بلکہ بائبل میں تو سارے بنی اسرائیل کو خدا کے بیٹے قرار دیا گیا ہے۔ کیا جناب مولوی صاحب اس کا یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے واقعی خدا کے بیٹے ہوا کرتے تھے اور نزولِ قرآن کے بعد یہ سلسلہ بند ہوا ہے۔

قرآن کریم تو فرماتا ہے لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ کہ خدا کے پہلے کبھی بھی بیٹے نہیں تھے نہ اس نے کبھی کسی کو جنا نہ خود جنا گیا۔ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ ہے اور یہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

الٰہی صحیفوں سے یہ بات ثابت ہے کہ خدا کا کسی کو پیار کے اظہار کے طور پر بیٹا کہہ دینا ہمیشہ ان معنوں میں ہوتا ہے کہ جس طرح تم لوگ بیٹوں سے پیار کرتے ہو اس سے بڑھ کر میں پیار کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر لفظ ابنائے بجائے محبوباں ذکر شدہ باشد چہ عجب''۔

(الفوز الکبیر۔ صفحہ ۷۔ مطبع علمی لاہور)

کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کے لئے ابن کا لفظ استعمال فرمائے تو اس میں تعجب والی کون سی بات ہے؟

رہا یہ سوال کہ قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت مولوی صاحب کو نظر نہیں آتی تو نجانے یہ کس نظر سے قرآن پڑھتے ہیں۔ دیکھئے قرآن کریم میں صاف لکھا ہے

''فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَ کُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا''

(بقرہ:۲۰۱)

کہ اپنے باپ دادوں کو یاد کرنے کی طرح اللہ کو یاد کرو بلکہ ہو سکے تو اس سے بھی

زیادہ یاد کرو۔

نہ جانے مولوی صاحب اس آیت کا کیا مطلب سمجھتے ہیں ظاہر پرست مولوی کا تو عرفان کے ان کوچوں سے کبھی گذر ہی نہیں ہوا یہ کسے گستاخ قرار دیتے ہیں اور کس کی گستاخی کا مضمون ان کے ذہن میں ابھرتا ہے۔

امتِ محمدیہ کے عظیم عارف باللہ بزرگ ان مضامین کو خوب سمجھتے تھے اور ان پر بارہا روشنی ڈال چکے ہیں دیکھئے حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں:۔ ؎

''اولیاء اطفال حق اندائے پسر''

کہ اولیاء مجازی طور پر خدا کے بیٹے ہیں۔

(مثنوی دفتر سوئم صفحہ ۲۲۔ مترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب۔ ناشر اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور)

لیکن سب سے بڑے عارف باللہ جو کائنات میں کبھی پیدا ہوئے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے پس سب سے زیادہ توحید کی غیرت رکھنے والا آپ ہی کا وجود تھا۔ افسوس یہ ہے کہ یہ مولوی صاحب کیسے کورباطن تھے کہ نہ آیاتِ قرآنیہ پر ان کی نظر پڑی نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر معارف کلام پر کہ

اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ

(مشکوٰۃ کتاب الادب باب الشفقۃ)

کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ یعنی اس کی اولاد ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے وہ خدا کا محبوب ترین بندہ ہے۔

لیکن افسوس کہ عدمِ عرفان کی بحث نہیں یہ مولوی صاحب تو بلا شبہ حق دیکھتے ہوئے بھی اس سے اعراض کرتے ہیں اور غیروں کو باطل بنا کر دکھاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس الہام پر یہ پھبتیاں کس رہے ہیں اور اس سے ثابت کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔

اب دیکھئے کہ اس الہام کی تشریح حضرت مرزا صاحب نے کیا فرمائی۔ جو مفہوم آپ نے خود سمجھا اور پھر دوسروں کو سمجھایا اس پر کسی کو کیا حق ہے کہ اعتراض کرے سوائے اس کے کہ جس کی فطرت گندی ہو۔۔۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ (انت منی بمنزلة اولادی۔ ناقل) اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[1] ایسا ہی بجائے قُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ کے قُلْ یَا عِبَادِیْ [2] بھی کہا اور یہ بھی فرمایا فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَ کُمْ[3] پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو۔ اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ''۔

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸۔ صفحہ ۲۲۷ حاشیہ)

یہ قطعی طور پر مولویوں کی بد دیانتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی اس عبارت کے ہوتے ہوئے بھی ان کی طرف شرک منسوب کریں۔

اس ضمن میں حضرت مرزا صاحب کی ایک عارفانہ تحریر اس قسم کی بحثوں کا قضیہ ایک اور طرح بھی چکا دیتی ہے دیکھئے آپ فرماتے ہیں:۔

---

[1] الفتح:۱۱ [2] الزمر:۱۱ [3] البقرہ:۲۰۱

’’خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمۂ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا[1] یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بناء پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اَبْ یا پِتَا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے‘‘۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲۔ صفحہ ۵۸۲)

☆ ☆ ☆

---

[1] البقرہ: ۲۰۱

ایمان کا پانی

معزز قارئین! مولوی ابوالبشیر نے حضرت مرزا صاحب کا یہ الہام درج کیا ہے ''اَنْتَ مِنْ مَّآءِ نَا وَ ھُم مِنْ فَشَل ۔ مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے''۔

(اربعین نمبر۲۔ صفحہ ۳۹)

اور اس پر عنوان لگایا ہے ''میں خدا کا نطفہ ہوں'' اور پھر لکھا ہے کہ:۔

''(نوٹ) عربی لغت میں ''ماء'' سے مراد نطفہ ہے، قرآن مجید میں ہے:۔

الف)۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (الآیہ) اللہ وہ ذات ہے جس نے انسان کو پانی (نطفہ) سے پیدا کیا۔

ب). فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ

پس چاہئے کہ دیکھے انسان کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا وہ پانی اچھلنے والے سے پیدا کیا گیا جو کہ باپ کی پیٹھ اور ماں کی چھاتیوں سے نکلتا ہے۔

اور پھر کئی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ماء'' سے مراد نطفہ ہے۔ کتب تفاسیر میں اس کی تشریح موجود ہے اگر مرزا صاحب کے الہام میں ''ماء'' سے مراد تقویٰ یا طہارت کا پانی مراد لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب عربی لغت سے قطعاً ناواقف تھے معلوم ہوا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خدا کا نطفہ کہا ہے'' (از مرتب)

معزز قارئین! الہام کے معنی اور مطالب وہی درست اور قابلِ قبول ہوتے ہیں جو

صاحبِ الہام کرے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اس الہام کے یہ معنی اور مطلب بیان فرمائے ہیں کہ:۔

> ’’یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی استقامت کا پانی تقویٰ کا پانی وفا کا پانی صدق کا پانی حب اللہ کا پانی ہے۔ جو خدا سے ملتا ہے اور فشل بزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے۔ اور ہر یک بے ایمانی اور بدکاری کی جڑ بزدلی اور نامردی ہے جب قوتِ استقامت باقی نہیں رہتی تو انسان گناہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ غرض فشل شیطان کی طرف سے ہے اور عقائد صالحہ اور اعمالِ طیبہ کا پانی خدا تعالیٰ کی طرف سے‘‘۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱۔ صفحہ ۵۶ حاشیہ)

بجائے اس کے کہ مولوی صاحب اس معقول اور برحق تشریح کو قبول کرتے، نہ صرف یہ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے الہام کو تمسخر کا نشانہ بنایا بلکہ بڑی بے حیائی سے اپنے نفس کا گند بھی ظاہر کر دیا ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے بڑی تعلّی سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ’’عربی لغت میں ’’ماء‘‘ سے مراد نطفہ ہے‘‘۔ آپ کی اس تعلّی نے آپ کی ’’علامہ اور مولوی فاضل‘‘ کی ڈگریوں کی خوب قلعی کھول دی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم ’’ماء‘‘ کے معنوں پر بحث کریں ہم قرآن کریم کی چند آیات نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کیا آپ اپنی ’’لغت‘‘ اور اپنے مسلمہ اصولوں کے مطابق اور اپنی عربی دانی کے جوہر دکھاتے ہوئے ان میں لفظ ’’ماء‘‘ کے وہی معنی کریں گے جو آپ نے حضرت مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام میں لفظ ’’ماء‘‘ کے کئے ہیں۔ آیات پیش کرنے سے پہلے ہم آپ سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ اپنی مولوی فاضل اور علامہ کی ڈگریوں کو اپنے سامنے ضرور رکھ لیں۔ آیات حسبِ ذیل ہیں:۔

۱. فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (النساء: ۴۴)

ترجمہ:۔ پس جب تم ''ماء'' نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلیا کرو۔

۲. وَ نَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ (الاعراف: ۵۱)

اور آگ والے جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ ''ماء'' انڈیل دو۔

۳. وَ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (ھود: ۸)

اور خدا تعالیٰ کا عرش ''ماء'' پر ہے تا کہ وہ جانچے کہ تم میں سے کون نیک اعمال بجالاتا ہے۔

۴. وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبَارَکًا فَاَنْبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ (ق: ۱۰)

اور ہم نے آسمان سے مبارک ''ماء'' نازل کیا ہے اور اس سے باغات پیدا کئے۔

۵. اَفَرَءَ یْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ (الواقعہ: ۶۹)

پس کیا تم اس ''ماء'' کو نہیں دیکھتے جو تم پیتے ہو۔

مولوی صاحب! آپ نے حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ معنوں کو جو بہت ہی معقول اور پاکیزہ مطالب پر مبنی تھے رد کر کے پتہ نہیں کس لغت کا سہارا لے لیا اور ایک بہت بڑی بڑ ہانک دی اور یہ نہ دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو معنی کئے ہیں وہ قرآن کریم کے تائید یافتہ ہیں جس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر گندی اور باطل سوچ والے کا سر توڑ دیتا ہے۔ فرمایا:۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُہٗ (الانبیاء: ۱۹)

کہ ہم حق کو باطل پر جب مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے۔

مولوی صاحب! اب ذرا باحیا نظروں سے اس آیت کریمہ کو دیکھیں۔

وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَھِّرَکُمْ بِہٖ وَ یُذْھِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ یُثَبِّتَ بِہِ الْاَقْدَامَ (الانفال: ۱۲)

کہ خدا تعالیٰ آسمان سے تم پر پانی اتارتا ہے تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کرے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا فرمائے۔

اب بتائیں کہ اس آیت میں وہ خدائی پانی جو آسمان سے اتر کر پاکیزگی، حوصلہ اور صدق قلبی اور ثبات قدمی عطا کرتا ہے اور شیطانی گندگی اور بزدلی سے بچاتا ہے کیا اس سے مختلف ہے جس کا ذکر حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہام کی تشریح میں کتاب ''انجام آتھم'' میں فرمایا ہے جو ہم قبل ازیں تحریر کر چکے ہیں۔

قارئین کرام!

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم میں جہاں انسان کی مادی اور جسمانی تخلیق کے لئے لفظ ''مــاء'' کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد نطفہ ہے اور ایسی آیات قرآن کریم میں صرف چار ہیں۔ جبکہ ان کے علاوہ ۵۹ آیات میں یہ لفظ ماء استعمال ہوا ہے۔ وہاں یا تو عام پانی مراد ہے یا روحانی پانی جو خدا کا پانی کہلاتا ہے جس پر اس کا عرش ہے اور جو پاک کرنے والا اور صدقِ قلبی عطا کرنے والا پانی ہے۔ اور جب اس لفظِ ماء کی اضافت خدا تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اس کے معنی روحانی پانی ہی کے ہوں گے جو وحیِ الٰہی، کلامِ الٰہی یا اظہار صفاتِ الٰہیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ جس قلبِ صافی پر نازل ہو وہاں ایمان، استقامت، وفا، صدق اور حب اللہ کی روئیدگی پیدا کرتا ہے۔ البتہ کوئی گندہ دہن شخص ہی ہوگا جو ان ۵۹ آیات میں دوسرے پاک معنوں کو چھوڑ کر وہ معنے کرے گا جو ان مولوی صاحب کو بہت پسند اور انتہائی مرغوب ہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ''ماء'' کی اضافت انسانوں کی طرف بھی ہو تو بھی اس کے معنی وہ نہیں ہوتے جو مولوی صاحب کی لغت کہتی ہے۔ چنانچہ دیکھیں یہ آیت کریمہ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآءُکُمْ

غَوْرًا فَمَنْ يَّاتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (الملک:۳۱)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اگر تمہارا پانی گہرائی میں غائب ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے چشموں کا پانی لائے گا!

مولوی صاحب! پس ہمارا آپ کو یہ چیلنج ہے کہ ان چار آیات میں جہاں صرف انسانی تخلیق کا ذکر ہے، کے علاوہ کسی بھی آیت سے ''ماء'' کا معنی نطفہ ثابت کر کے دکھائیں۔ اگر آپ ایسا نہ کر سکیں اور یقیناً ایسا نہیں کر سکتے تو اس لعنت سے ڈریں جو جھوٹوں کے لئے مقدر ہے۔

ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جب بھی لفظ ''ماء'' کی اضافت خدا تعالیٰ کی طرف ہوگی وہاں اس کا معنی ''نطفہ'' کرنا صرف اور صرف ناپاک سرشت، دریدہ دہن اور زبان دراز لوگوں کا کام ہے۔ شریف النفس انسان کا کام نہیں۔

☆ ☆ ☆

باغ کا مالک

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کا یہ الہام درج کیا ہے:

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ مَظْھَرِ الْحَقِّ وَالْعَلاَ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا، گویا خدا آسمان سے اترا۔ (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱۔ صفحہ ۶۲)

اس پر مولوی صاحب نے عنوان لگایا ہے ’’میں خدا کا باپ ہوں‘‘ اور اس الہام پر تبصرہ یہ کیا ہے ’’جب مرزا صاحب کا بیٹا خدا ہوا تو مرزا صاحب یقیناً خدا کے باپ ہوں گے‘‘۔ صفحہ ۲۶

قارئین کرام! جہاں تک مولوی صاحب کے تراشیدہ مفتریانہ عنوان کا تعلق ہے اس کا سیدھا اور سادہ جواب لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی اور کسی بھی کتاب میں ایسا نہیں لکھا اور نہ یہ مولوی صاحب کبھی بھی اپنے افتراء کو سچا ثابت کر سکتے ہیں کیونکہ افتراء کبھی سچائی میں نہیں بدل سکتا۔ باقی جہاں تک الہام الٰہی اور اس پر مولوی صاحب کے تبصرے کا تعلق ہے ان کی یاوہ گوئی کا جواب تو لفظ ’’کَاَنَّ‘‘ میں ہی موجود تھا۔ جس کا معنی ہے ’’گویا‘‘۔ یعنی وہ بیٹا جس کا اس الہام میں ذکر ہے اس سے خدا تعالیٰ کی صفات کا اظہار ہوگا نہ کہ وہ خود خدا ہوگا۔ اور لفظ ’’کَاَنَّ‘‘ عموماً اصل کی بجائے مظہر کے ذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ بیٹا دراصل خدا ہوگا، محض جھوٹ ہے یا عوام الناس کو دھوکہ میں مبتلا کرنے کی سعی لاحاصل ہے۔

قارئین کرام! ایسا کلام اور اس قسم کی زبان الٰہی نوشتوں کا خاصہ ہے۔ اگر مولوی

صاحب کو اس کا علم نہیں تو ہم بتائے دیتے ہیں کہ جب ہمارے آقا و مولیٰ، مظہرِ ذات خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر بائبل نے دی تو اسے خدا کی آمد قرار دیا اور نوید سنائی کہ

> ''خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے''۔ (استثناء باب ۳۳: آیت ۲)

اور جب انجیل نے آپؐ کی بعثت کی پیشگوئی کی تو آپ کو مالک کے پیرایہ میں خدا قرار دیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

''ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ

> ''جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ

خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی"۔ (متی باب ۲۱: آیات ۳۳ تا ۴۳)

اور یہی مضمون جب قرآن کریم میں بیان ہوا تو آیات قرآنیہ

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال: ۱۸)

(اور جب تو نے پتھر پھینکے تھے تو تُو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ نے پھینکے تھے)

اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح: ۱۱)

(وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے)

میں ڈھل کر آپؐ کے وجود کو خدا کا وجود اور آپ کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ ثابت کر گیا۔

مولوی صاحب! اب بتائیں کہ کوئی بے باک دشمنِ رسول آپ ہی سے یہ لن ترانیاں سیکھ کر اگر آپ سے الٹ کر بڑی بے باکی سے یہ سوال کرے کہ کیا نعوذ باللہ حضرت عبداللہ، خدا تعالیٰ کے باپ تھے اور حضرت آمنہ خدا تعالیٰ کی ماں تھیں اور حضرت عبد المطلب خدا تعالیٰ کے دادا تھے وعلی ھذا القیاس۔ تو بتائیں کہ آپ ایسے شخص کو بے باک اور بے حیاء قرار نہیں دیں گے؟

مولوی صاحب! ہوش کریں اور عقل کے ناخن لیں۔ آپ سے پہلے بھی ہم نے عرض کی تھی کہ اس سے بڑھ کر احمق کوئی نہیں ہوتا کہ جو دشمن کو مارنے کی خواہش میں اپنے ہی پیاروں کا خون کر دے۔

مولانا! یہ مضمون ہم نے پہلے بھی کھول کر بیان کیا ہے کہ باخدا بندوں میں جب خدا تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری ہوتی ہے تو ان پر الٰہی رنگ چڑھتے ہیں جن کی وجہ سے دنیا ان میں خدا تعالیٰ کی ہستی کے نشان مشاہدہ کرتی ہے۔ مگر چونکہ آپ ان باتوں سے آشنا نہیں اور اس کوچہ کا آپ کو پتہ ہی نہیں اس لئے وہاں قدم ماریں گے تو ٹھوکر ہی کھائیں گے۔ سمجھے!!!

اطفال اللہ

اب اس مولوی ابوالبشیر کی بذلہ سنجی دیکھئے۔ لکھتا ہے کہ

’’جناب مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

نمبر۱۔ میرا خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو ناقابلِ بیان ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۳ طبع ربوہ)

اس ناقابلِ بیان حالت کو قاضی یار محمد صاحب بی او ایل پلیڈر نے اپنے ٹریکٹ نمبر ۳ موسومہ ’’اسلامی قربانی‘‘ صفحہ ۱۲ پر بالفاظ مرزا اس طرح تحریر کیا ہے:

نمبر۲۔ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا۔ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔

نمبر۳۔ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)‘‘

اپنے سفلی جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے مزید لکھتا ہے:۔

’’مندرجہ بالا تینوں حوالے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ مرزا صاحب کا خدا سے تعلق نہانی میاں بیوی کا تعلق ہے جس کا آپ نے اپنے مرید خاص کے سامنے اظہار فرمایا۔ اور مخلص مرید نے اس ملفوظ کو شائع کر کے حقِ تبلیغ ادا کیا۔ نیز یہ الفاظ کہ حیض تحلیل ہو کر بچہ بن گیا ہے۔ وہ بچہ بھی اطفال اللہ کے

بمنزلہ ہے۔ اس کا صاف ترجمہ خدا کے بیٹے کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ حیض اور بچہ مرزا صاحب میں تھا۔ اس لئے مرزا صاحب اپنے خدا کی بیوی ٹھہرے خود ہی قاضی صاحب فرماتے ہیں:۔ کہ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے‘‘۔

یہ مولوی یہاں بالکل ننگا ہوگیا ہے اور جس بیحیائی سے اس نے اپنے نفس کا گند ظاہر کیا ہے، کسی گندے سفلہ مزاج بازاری سے بھی اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

پہلا حوالہ جو اس نے تحریر کیا ہے وہ حسبِ معمول اسی طرح سیاق وسباق چھوڑ کر پیش کیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی اصل تحریر یہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’بعض مخالفوں نے میرے حالات کو کچھ اپنے عقائد کے برخلاف پا کر اپنے دلوں میں کہا کہ یا الٰہی کیا تو ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنائے گا کہ جو ایک مفسد آدمی ہے جو ناحق قوم میں پھوٹ ڈالتا ہے اور علماء کے مسلمات سے باہر جاتا ہے۔ تب خدا نے جواب دیا کہ جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یہ خدا کا کلام ہے کہ جو مجھ پر نازل ہوا اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابلِ بیان نہیں۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس سے بیخبر ہیں۔ پس یہی معنی ہیں اس وحی الٰہی کے کہ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ‘‘۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱۔ صفحہ ۸۰،۸۱)

معزز قارئین ملاحظہ فرمائیں اس عبارت میں الہامِ الٰہی ’’قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ‘‘ کی تشریح بیان کی گئی ہے اور خداتعالیٰ سے راز و نیاز کے تعلق کو واضح فرمایا گیا ہے جو روحانیت اور تعلق باللہ کا ایک اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن اس شخص کی حالت قابلِ فکر ہے جس کا خداتعالیٰ سے نہانی تعلق نہیں۔ خداتعالیٰ سے پوشیدہ اور رازدارانہ تعلق ایک مومن کے حسن عبادت اور تعلق باللہ کا آئینہ دار ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

اِنَّ اَغْبَطَ النَّاسِ عِنْدِیْ عَبْدٌ مَوْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِذُوْ حَظٍّ مِنْ صَلاَۃٍ
اَطَاعَ رَبَّہٗ وَ اَحْسَنَ عِبَادَتَہٗ فِی السِّرِّ (مسند احمد بن حنبل جلد۵ صفحہ ۲۵۵)

ترجمہ:۔ یقیناً مجھے سب سے زیادہ وہ مومن پسند ہے جو کم مال و دولت والا ہو نماز میں بھاری حصہ اسے ملا ہو اور اپنے رب کا فرمانبردار ہو اور چھپ کر رازداری کے ساتھ خداتعالیٰ کی بہترین رنگ میں بندگی کرتا ہو۔

پس یہی وہ پوشیدہ اور رازدارانہ تعلق ہے جو حضرت مرزا صاحب بیان فرما رہے ہیں اور خداتعالیٰ اس کی تصدیق ان الفاظ میں فرماتا ہے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ کہ اس تعلق رازدارانہ کو میں زیادہ جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور ہر ایسا شخص جس کا خداتعالیٰ سے تعلق نہانی قائم ہو جائے وہ ہمارے محبوب اور خداتعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی محبوب ہے۔ لیکن یہ گندہ دہن مولوی ایسے مومن پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔

۲:۔ مولوی ابوالبشیر عرفانی نے ایک خبطی قاضی یار محمد کے ایک ٹریکٹ سے یہ عبارت نقل کی ہے اور اس پر خوب اپنے ذہن کا گندا غبار نکالا ہے۔

مولوی صاحب چونکہ آپ نفسانی اور گندے معاملات کے عرفانی ہیں اس لئے آپ کے قلم سے ایسی باتوں کا اگال کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔

پس آپ کے لئے تو حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ ۔ کہ اگر تیرے اندر حیاء عنقا ہے تو پھر جو چاہے کر۔

مولوی صاحب! آپ کا اور جھوٹ کا ایسا چولی دامن کا ساتھ ہے کہ بے مثال ہے۔

جو بیان آپ نے خبطی قاضی یار محمد کا درج کیا ہے یہ اسی کے دماغی نقص کا نتیجہ ہے جس کی جماعت احمدیہ ذمہ دار نہیں۔ نہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی ایسا فرمایا اور نہ ہمارے مسلمات میں یہ داخل ہے۔ ہم اس بیان کو سراسر جھوٹ اور افتراء سمجھتے ہیں۔

چونکہ آپ کا جھوٹ اور افتراء کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے آپ نے

ہمیشہ جھوٹ ہی کا سہارا لیا ہے تا کہ حق کو مار سکیں حالانکہ آپ کے بڑوں نے آپ کو یہ نصیحت کی تھی کہ ''احیاءِ حق کے واسطے کذب درست ہے''

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۴۵ ناشران محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی)

نمبر۳:۔ اس مولوی نے حضرت مرزا صاحب کے ایک الہام ''یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّرَوْا طَمْثَکَ وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُرِیَکَ اِنْعَامَہٗ۔ اَلْاِنْعَامَاتِ الْمُتَوَاتِرَۃَ'' کی تشریح پر مشتمل عبارت میں سے ایک اقتباس لے کر اسے اپنے سفلی اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ اگر یہ معترض سفلہ مزاج نہیں تھا تو ضرور حضرت مرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر کردہ پوری تشریح یہاں لکھتا جو اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ فرمایا:۔

> ''یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو جس قدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہوتا ہے اسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی طمث انسانی ترقیات کا نتیجہ ہے۔ اسی بناء پر صوفیہ کا قول ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کر سکتا۔ آدم کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا۔ اسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کر کے استغفار میں مشغول رہا ہے اور وہی خوف ترقیات کا موجب ہوتا رہا ہے خدا فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔[۱] پس ہر ایک ابن آدم اپنے اندر ایک حیض کی ناپاکی رکھتا ہے مگر وہ جو سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے وہی حیض اس کا ایک پاک لڑکے کا جسم طیار کر دیتا ہے۔ اسی بناء پر خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت

---

[۱] البقرہ:۲۲۳

بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمۂ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا[1] یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بناء پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے‘‘۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲۔ صفحہ۵۸۱، ۵۸۲)

مولوی صاحب! یہ آپ کی مجبوری ہے کہ آپ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ورنہ صوفیائے کرام اور خدا تعالیٰ کی راہوں کے سالک اپنے تجارب سلوک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب سالک قربِ الٰہی کی راہوں پر قدم مارتا ہے تو ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جو مقام ثابت ہے۔ اور وہ مرد مومن بمنزلہ عورت کے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں مقالہ نمبر ۲۶ کو ’’**لا تکشف البرقع والقناع** .... **عن وجھک**‘‘ (کہ تیرے چہرے سے برقع اور پردہ نہیں اتارا جائے گا) سے شروع فرمایا ہے۔ جس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

’’در تعبیر برقع وقناع کہ از لباس نساء است اشارتست بانکہ مرد تا ظہور کمال وتحقیق برہان توحید حکم زنان دارد ودعوئ مردانگی از وے درست نیاید‘‘۔

(فتوح الغیب صفحہ۱۱۹۔ المقالہ السادسۃ والعشرون)

یعنی برقع اور قناع کی تشریح یہ ہے کہ یہ عورت کا لباس ہے۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ ظہور کمال تک مرد بھی بمنزلہ عورت کے ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا مردانگی کا دعویٰ درست نہیں ہوسکتا۔

ہم قبل ازیں بیان کر آئے ہیں کہ سورہ تحریم میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کی مثال فرعون

---

[1] البقرہ: ۲۰۱

کی بیوی سے اور حضرت مریم سے دی ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں راہ سلوک میں قدم مارنے والا مرد بمنزلہ عورت کے ہوتا ہے اور پھر جو ترقی کر کے مقامِ مریمی پر پہنچتا ہے یا مریمی صفت ہو جاتا ہے تو پھر اذن الٰہی ہو تو اس میں نفخ روح ہوتا ہے، یہ مرحلہ اس کی نئی تخلیق کا ہوتا ہے جسے اصطلاحِ تصوف میں ولادتِ معنوی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ مشہور صوفی امام الطائفہ حضرت شیخ السہروردیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ:۔

"یصیر المرید جزء الشیخ کما ان الولد جزء الوالد فی الولادة الطبیعیه و تصیر هذه الولادة انفا و لادة معنویة کما ورد عن عیسی صلوات الله علیه ، لن یلج ملکوت السماء من لم یولد مرتین ، فبالولادة الاولی یصیر له ارتباط بعالم الملك، و بهذه الولادةیصیر له ارتباط بالملکوت، قال الله تعالیٰ : (و کذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض و لیکون من الموقنین) و صرف الیقین علی الکمال یحصل فی هذه الولادة، و بهذه الولادة یستحق میراث الانبیاء و من لم یصله میراث الانبیاء ما ولد و ان کان علیٰ کمال من الفطنة والذکاء"۔

(عوارف المعارف از علامہ الشیخ عبدالقاہر بن عبداللہ السہروردی۔ جلد اول۔ ص۴۷۔ مطبع دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

کہ مرید اپنے شیخ کا اسی طرح حصہ بن جاتا جس طرح کہ ولادت طبعی میں بیٹا اپنے باپ کا حصہ ہوتا ہے۔ مرید کی ولادت، ولادت معنوی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دو دفعہ پیدا نہیں ہوتا وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ولادتِ طبعی سے انسان کا دنیا سے تعلق ہوتا ہے اور ولادتِ معنوی سے ملکوتِ اعلیٰ کے ساتھ۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں وَ كَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ

مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ...... خالص اور کامل یقین اسی ولادت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اس پیدائش کے ساتھ ہی انسان انبیاء کی وراثت کا مستحق ہوتا ہے۔ جس شخص کو وراثت انبیاء نہ ملے وہ باوجود دانا و ہوشیار ہونے کے پیدا نہیں ہوتا۔

یہ ولادت معنوی ہی بمنزلۂ اطفال اللہ کے ہے۔ اسی فلسفہ کو حضرت مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

اولیاء اطفال حق اند اے پسر (مثنوی روم دفتر سوم صفحہ ۲۲)

یعنی اے بیٹے اولیاء خدا تعالیٰ کے اطفال ہیں۔

مولوی صاحب! اب آپ ہی بتائیں کہ قابلِ ملامت وہ لوگ ہیں جو اطفال اللہ کہلاتے ہیں یا ان پر ملامت اور طنز کے تیر چلانے والے۔ حضرت مرزا صاحب کو تو خدا تعالیٰ نے اطفال اللہ میں شمار کر لیا مگر آپ بتائیں کہ طنز کر کے آپ کن لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں۔

مولوی صاحب! یاد رکھیں کہ دیلمی نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْکِذْبُ حَیْضُ الرَّجُلِ وَالْاِسْتِغْفَارُ طَھَارَتُہٗ

(کتاب فردوس الاخبار دیلمی جلد ۳ صفحہ ۳۶۳۔ حدیث ۴۹۸۹)

کہ جھوٹ مرد کا حیض ہوتا ہے اور اس کی صفائی استغفار سے ہوتی ہے۔

بابو الٰہی بخش تو حضرت مرزا صاحب میں کوئی جھوٹ ثابت نہ کر سکا اور اپنی ناپاک کوششوں میں نامراد رہا مگر مولوی صاحب آپ کے پمفلٹ اور ہمارے جواب کا ایک ایک لفظ آپ کے جھوٹ کو ثابت کر کے آپ کے حیض کی نشاندہی کر رہا ہے۔ پس آپ کو چاہیے اپنے جھوٹ اور اپنی افتراء پردازیوں سے باز آئیں اور استغفار کریں کیونکہ استغفار ہی حیض کو ختم کر سکے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

☆ ☆ ☆

كُنْ فَيَكُوْن

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب ’’حقیقۃ الوحی‘‘ سے آپ کا درج ذیل الہام لکھ کر اس پر ’’میں صفت کن کا مالک ہوں‘‘ کا عنوان باندھا ہے۔

(الہام ہے) اِنَّمَا اَمْرُكَ اِذَا اَرَدْتَ شَيْئاً اَنْ تَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

(اے مرزا) تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

تذکرہ صفحہ ۵۲۵۔۵۲۶، ط۲ صفحہ ۸۲۶ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۵)

اس الہام میں بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے کیونکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام محبوب خدا ہیں و بس۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۱۳۹) اللہ کا رنگ اختیار کرو جس میں یہ مضمون بیان کرنا مقصود ہے کہ مؤمنین اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی عادات کا رنگ چڑھائیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ۔ (تفسیر رازی جز ۷ زیر آیت يؤتى الحكمة من يشاء۔ البقرہ ۲۷۰) کہ اے لوگو اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کرو۔ چنانچہ جب خدا تعالیٰ کے خوش نصیب بندے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے کان بن جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں اور ان کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتے ہیں اور ان کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ پکڑتے ہیں اور ان کے پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

’’مَايَزَالُ عَبْدِى يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُبِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِى بِهَا۔‘‘ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

یعنی رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ کہ نفل گزار بندہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

یعنی انسان کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات جلوہ گر ہوتی ہیں جیسا کہ بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں بیان ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق کن فیکون کے نظارے دکھاتا چلا جاتا ہے تاکہ ان کے تقرب الی اللہ کا ان کے ماننے والوں پر اظہار ہوتا رہے۔ مگر ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا تا لوگ کہیں انبیاء اور اولیاء کو خدا کا شریک قرار دے کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ یہی مضمون حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مذکورہ بالا الہام میں بیان ہوا ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے عارف باللہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

”ثُمَّ یُرَدُّ عَلَیْكَ التَّكْوِیْنُ بِالاِذْنِ الصَّرِیْحِ .... قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ بَعْضِ كُتُبِهٖ یَا اِبْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ كُنْ فَیَكُوْنُ وَاَطِعْنِیْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ كُنْ فَیَكُوْنُ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكَثِیْرٍ مِنْ اَنْبِیَائِهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ“ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۶ آخری پیراگراف)

(جب تو خدا کا پیارا ہو جائے گا) تو اللہ تعالیٰ کے اذن صریح کے ساتھ تجھے کن فیکون کی شان عطا ہو جائے گی۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا اے ابن آدم میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ میں کسی شی کو کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا بنا دوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے اپنے بہت سے انبیاء، اولیاء اور خواص کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ (یعنی انہیں کن فیکون کی شان عطا فرمائی ہے)

ایک اور مقام پر حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کی شان میں فرماتے ہیں: ۔

’’بِهِمْ ثَبَاتُ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَقَرَارُ الْمَوْتیٰ وَالْاَحْيَاءِ اِذْجَعَلَهُمْ مَلِيْكُهُمْ اَوْتَادًا لِلْاَرْضِ الَّتِیْ دَحٰی فَكُلٌّ كَالْجَبَلِ الَّذِیْ رَسَا. ‘‘

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۴ آخری پیراگراف)

ترجمہ: ۔ اولیاء اللہ کے وجود کی برکت سے زمین و آسمان قائم اور انہیں کی برکت سے مُردوں اور زندوں کو قرار ہے۔ کیونکہ ان کے بادشاہ نے انہیں بچھی ہوئی زمین کے لئے میخ کے طور پر بنایا ہے۔ اس لئے ہر ولی اللہ ایک ایسے پہاڑ کی مانند ہے جو اپنی جگہ پر گڑا ہوا ہے۔

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اولیاء کی شان میں مزید فرماتے ہیں: ۔

’’هُمْ شِحَنُ الْبِلَادِ وَالْعِبَادِ بِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنِ الْخَلْقِ، وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ بِهِمْ يُمْطِرُ اللّٰهُ السَّمَاءَ وَبِهِمْ تُنْبِتُ الْاَرْضُ‘‘

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی مجلس ۱۲ پہلا پیراگراف)

وہ ملکوں اور بندوں کے رزق کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ انہیں کی وجہ سے مخلوق سے بلائیں دور کی جاتی ہیں۔ انہیں کی وجہ سے بلندیاں اور ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ انہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے۔ انہیں کی وجہ سے زمین اگاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۔

’’ایشان امانِ اہل ارض اند وغنیمتِ روزگارند۔ بهم يمطرون وبهم يرزقون در شانِ شان است‘‘ (مکتوبات امام ربانی حصہ ششم دفتر دویم مکتوب ۹۲ ص ۹۳ مطبوعہ لاہور)

انہی کی وجہ سے اہل زمین آفات سے بچائے جاتے ہیں اور انہیں کے سبب اہل زمانہ کو فوائد عطا ہوتے ہیں انہی کی شان میں یہ بیان ہوا ہے کہ ان کے سبب بارشیں برسائی جاتی ہیں اور انہیں کے سبب لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

جو مضمون ان عارف لوگوں نے قرآن و حدیث سے اخذ کر کے اور اپنے ساتھ اور دیگر

اہل اللہ کے ساتھ خدائی سلوک کا مشاہدہ کر کے بیان کیا ہے یہی مضمون حضرت بانی جماعت احمدیہ نے بھی اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

”یادرکھنا چاہئیے کہ خدا تعالیٰ سے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محبّ میں ظلی طور پر الٰہی صفات پیدا ہو جائیں۔ اور جب تک ایسا ظہور میں نہ آوے تب تک دعویٰ محبت جھوٹ ہے۔ محبت کاملہ کی مثال بعینہٖ لوہے کی وہ حالت ہے جبکہ وہ آگ میں ڈالا جائے اور اس قدر آگ اس میں اثر کرے کہ وہ خود آگ بن جائے۔ پس اگرچہ وہ اپنی اصلیت میں لوہا ہے۔ آگ نہیں ہے۔ مگر چونکہ آگ نہایت درجہ اس پر غلبہ کر گئی ہے اس لئے آگ کے صفات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ آگ کی طرح جلا سکتا ہے۔ آگ کی طرح اس میں روشنی ہے۔ پس محبت الٰہیہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس رنگ سے رنگین ہو جائے۔ اور اگر اسلام اس حقیقت تک پہنچا نہ سکتا تو وہ کچھ چیز نہ تھا۔ لیکن اسلام اس حقیقت تک پہنچاتا ہے۔ اوّل انسان کو چاہئیے کہ لوہے کی طرح اپنی استقامت اور ایمانی مضبوطی میں بن جائے۔ کیونکہ اگر ایمانی حالت خس وخاشاک کی طرح ہے تو آگ اس کو چھوتے ہی بھسم کر دے گی۔ پھر کیونکر وہ آگ کا مظہر بن سکتا ہے۔ افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے اس تعلق کو جو ربوبیت کے ساتھ ہے جس سے ظلّی طور پر صفات الٰہیہ بندہ میں پیدا ہوتے ہیں نہ سمجھ کر میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ **انما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون**۔ یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا یہ میری طرف سے نہیں ہے اور اس کی تصدیق اکابر صوفیاء اسلام کر چکے ہیں جیسا کہ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی فتوح الغیب میں یہی لکھا ہے اور عجیب تر یہ کہ سید عبد القادر جیلانیؒ نے بھی یہی آیت پیش کی ہے“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۱۲۳۔۱۲۴)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔ ”یہ لقا کا مرتبہ تب سالک کے لئے کامل طور پر متحقق ہوتا ہے کہ جب ربّانی رنگ بشریت کے رنگ وبو کو بتمام وکمال اپنے رنگ کے نیچے متواری اور پوشیدہ کر دیوے۔ جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے کہ نظرِ ظاہر میں بجز

آگ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ وہی مقام ہے جس پر پہنچ کر بعض سالکین نے لغزشیں کھائی ہیں اور شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا ہے۔ اس مقام میں جو اولیاء اللہ پہنچے ہیں یا جن کو اس میں سے کوئی گھونٹ میسر آ گیا ہے۔ بعض اہل تصوف نے ان کا نام اطفال اللہ رکھ دیا ہے اس مناسبت سے کہ وہ لوگ صفات الٰہی کے کنارِ عاطفت میں بکلّی جا پڑے ہیں اور جیسے ایک شخص کا لڑکا اپنے حلیہ اور خط و خال میں کچھ اپنے باپ سے مناسبت رکھتا ہے ویسا ہی ان کو بھی ظلّی طور پر بوجہ تخلق باخلاق اللہ خدا تعالیٰ کی صفات جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر بزبان شرع مستعمل نہیں ہیں مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم سے ہی اس کو استنباط کیا ہے کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ (البقرہ:۲۰۱) یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مجازی طور پر ان الفاظ کا بولنا منہیات شرع سے ہوتا تو خدا تعالیٰ ایسی طرز سے اپنی کلام کو منزہ رکھتا جس سے اس اطلاق کا جواز مستنبط ہو سکتا ہے۔

اور اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال:۱۸) یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت ﷺ کا جو شق القمر ہے اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی

طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت ﷺ نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اسقدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا۔ اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنویں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔

حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں کیونکہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلّی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے۔ پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں تو وہ اپنے ہنسنے میں بھی معذور ہیں کیونکہ انہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ روحانی بلوغ کو طے نہیں کیا۔ اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر خوش ہیں کہ اسی حالت ناقصہ میں مریں بھی۔۔۔۔

ہمارے ہادی و مقتداء ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورتِ زمانہ ظہور میں آتا رہا ہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا اور الٰہی طاقت کا پرتوہ جس قدر اس امت کی مقدس روحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری امتوں میں ملنی مشکل ہے۔۔۔۔

لیکن یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خدا تعالیٰ کے ان خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیر

ظہور میں آتے ہیں کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے اور نہ برابر ہونا ان کا مناسب ہے اسی وجہ سے جب کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسط کسی دعا کے کوئی ایسا امر خارق عادت دکھلاوے جو انسان کو کسی حیلہ اور تدبیر اور علاج سے اس کی قوت نہیں دی گئی تو نبی کا وہ فعل خدا تعالیٰ کے ان افعال سے کم رتبہ پر رہے گا جو خود خدا تعالیٰ علانیہ اور بالجہر اپنی قوت کاملہ سے ظہور میں لاتا ہے۔ یعنی ایسا اقتداری معجزہ بہ نسبت دوسرے الٰہی کاموں کے جو بلا واسطہ اللہ جلشانہ سے ظہور میں آتے ہیں ضرور کچھ نقص اور کمزوری اپنے اندر موجود رکھتا ہوگا تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تشابہ فی الخلق واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا باوجود اس کے کہ کئی دفعہ سانپ بنا لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا۔ اور حضرت مسیحؑ کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرانِ کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھے۔ اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہوگئیں۔ اور ہمارے نبی ﷺ **کے اقتداری خوارق میں** چونکہ طاقت الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی کیونکہ وجود آنحضرت ﷺ کا تجلیاتِ الٰہیہ کے لئے اتم واعلیٰ وارفع واکمل نمونہ تھا اس لئے ہماری نظریں آنحضرت ﷺ کے اقتداری خوارق کو کسی درجہ بشریت پر مقرر کرنے سے قاصر ہیں مگر تاہم ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اس جگہ بھی اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے فعل میں مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہوگا۔

اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ لقاء کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کی تموّج کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا کیونکہ اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلّی طور پر انسان میں آجاتا ہے یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک موردِ رحم ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کُنْ دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اس کا کُنْ بھی اس تموّج اور مدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ اور

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدتِ اتصال کی وجہ سے خدائے عزّ وجل کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیات الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں اور محبوبِ حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال و حرکات اور سکنات اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے۔ تب ہر یک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اس گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے اور اس کی خوشبو اس کو آتی ہے جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔ غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔"

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ ص ۶۴ تا ۶۹)

☆ ☆ ☆

اَلْاِفْنَاءُ وَالْاِحْيَاءُ

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب خطبہ الہامیہ سے حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

”وَاُعْطِيْتُ صِفَةَ الْاِفْنَاءِ وَالْاِحْيَاءِ مِنَ الرَّبِّ الْفَعَّالِ اور مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔
(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۵۶،۵۵۔ طبع ربوہ)“

اور اس پر عنوان باندھا ہے ”میں محیی اور ممیت ہوں،،۔

مولوی صاحب! آپ نے یہاں بھی افتراء باندھتے ہوئے یہ عنوان حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا ہے حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی محی اور ممیت ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ صفتِ احیاء وافناء میں سے خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک حصہ دیا ہے۔

جہاں تک صفت احیاء و افناء کا خدا تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے کا تعلق ہے نا معلوم آپ کو اس پر اعتراض کیا ہے۔ جبکہ آپ کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو اپنے دم سے زندہ کر دیا کرتے تھے بلکہ اس عقیدہ پر آپ کو ایسا اندھا اعتقاد ہے کہ آپ یہ صفت ہمارے پیارے نبی، سید الاحیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو گوارا نہیں کر سکتے جبکہ آپؐ کے لئے خدا تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے یہ اعلان فرمایا:۔

”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ“

(الانفال:۲۵)

کہ اے مومنو! اللہ اور اس کا رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی تمہیں بلائے تو تم ضرور جواب دیا کرو کیونکہ وہ تمہیں زندگی عطا کرتا ہے۔

یہاں سید الاحیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات صفتِ احیاء کی اسی طرح جلوہ گاہ ہے جس طرح خدا تعالیٰ صفت احیاء کا مالک ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس صفت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو خود سے علیحدہ نہیں کیا۔ لیکن مولانا! آپ لوگ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو صفت احیاء کا مالک کل مانتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ خوبی گوارا نہیں کرتے۔ مولوی صاحب! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو یُحۡیِیۡکُمۡ کا کلمہ خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یہ خدا تعالیٰ کے دیگر بندوں میں صفتِ احیاء وافناء کے لئے ایک کسوٹی اور پیمانے کے طور پر ہے۔ اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر آپؐ سے پہلے یا آپ کے بعد کوئی صفتِ احیاء وافناء سے نوازا جاتا ہے تو اس سے مراد روحانی احیاء وافناء ہے نہ کہ جسمانی طور پر زندہ انسان کو قبر میں اتار دینا اور قبر میں پڑے مردہ کو زندہ کر دینا۔ پس ہمارے آقا و مولیٰ سید الاحیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خدا تعالیٰ کی صفت احیاء وافناء کے مظہر اتم ہیں۔ اس احیاء وافناء کے لئے آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے جو حربہ عطا فرمایا وہ بینہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

”لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ“ (الانفال: ۴۳)

کہ ہلاکت زدہ وہ ہے جو دلیل سے ہلاک ہو گیا اور زندہ وہ ہے جسے دلیل نے زندگی بخشی۔ چنانچہ جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ بیّنہ کو قبول کیا اس نے آپ کے ہاتھ سے آبِ حیات پی لیا اور حیاتِ سرمدی کا وارث بنا اور وہ جس نے اس بیّنہ کو ٹھکرا دیا اس کے لب موت کے پیالہ سے ہمکنار ہو گئے اور وہ ہلاکت کی تاریکیوں میں اتر گیا۔ پس آج کون کہہ سکتا ہے کہ آپ پر ایمان لانے والے حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، بلال رضی اللہ عنہم وغیرھم آج زندہ نہیں اور کون کہتا ہے کہ ان کی زندگی جاودانی

نہیں۔ اوراس کے برعکس سردارانِ قریش، جاہ وحشم کے مالک اورصاحب جبروت رؤساء جنہوں نے اس بیّنہ کوٹھکرایا، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ باوجود جسمانی زندگی کے زندہ تھے۔ پس درحقیقت یہی احیاء وافناء کا حربہ ہے جو سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل امتیوں کو بھی ملا۔ جن میں سے ایک حضرت مرزا صاحب بھی تھے۔

مولوی صاحب! ہمیں ڈر ہے کہ ساری حقیقت سمجھتے ہوئے بھی آپ اس سے انکار ہی کریں گے اس لئے آیئے آپ کو آپ ہی کے راستہ پر لے چلتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ سب بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور آپ کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ لہذا آپ کے آنے والے مسیحؑ لازماً صفت احیاء کے مالک ہوئے۔ اور اس سے بھی آپ انکار نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں کہ آنے والے مسیحؑ کے متعلق ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

فَلاَ یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ مِنْ رِیْحِ نَفْسِہٖ اِلَّامَاتَ

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الفتن۔ باب العلامات۔ بین یدی الساعۃ وذکر الدجال۔ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

کہ جس کافر تک مسیح کا دم پہنچے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

پس مسیح کی قوت احیاء اور قوت افناء کے آپ خود نہ صرف یہ کہ قائل ہیں بلکہ آپ کے بنیادی عقائد میں یہ شامل ہے تو پھر اعتراض کس بات پر ہے۔

مولانا! حضرت مرزا صاحب نے جس احیاء وافناء کا دعویٰ فرمایا ہے وہ یہ ہے:۔

”دُعَائِی دَوَاءٌ مُجَرَّبٌ۔ اُرِی قَوْمًا جَلاَلاً وَ قَوْمًا اٰخَرِیْنَ جَمَالاً وَ بِیَدِیْ حَرْبَۃٌ اُبِیْدُ بِھَا عَادَاتِ الظُّلْمِ وَالذُّنُوْبِ وَ فِی الْاُخْرٰی شَرْبَۃٌ اُعِیْدُ بِھَا حَیَاۃَ الْقُلُوْبِ فَاسٌ لِلْاِفْنَاءِ وَ اَنْفَاسٌ لِلْاِحْیَاءِ“

(خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۶۱، ۶۲)

ترجمہ: ۔ میری دعا ایک مجرب دوا ہے۔ میں ایک قوم کو اپنا جلال دکھاتا ہوں اور دوسری قوم کو جمال دکھاتا ہوں۔ اور میرے ایک ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے جس کے ساتھ ظلم اور گناہ کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ اور دوسرے ہاتھ میں ایک شربت ہے جس سے میں دلوں کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔ گویا ایک کلہاڑی فنا کرنے کے لئے ہے۔ اور دم زندہ کرنے کے لئے ہے۔

ایسے ہی دعوے بزرگانِ امت کی تحریروں سے بھی ہمیں ملتے ہیں جو سب دراصل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ کے اظلال کے طور پر ان صفات سے متصف کئے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۔

مَلَکْتُ بِلَادَ اللّٰہِ شَرْقًا وَ مَغْرِبًا
وَ اِنْ شِئْتُ لَاَفْنَیْتُ الْاَنَامَ بِلَحْظَتِیْ

(فتوح الغیب از سید عبدالقادر جیلانی برحاشیہ بھجۃ الاسرار و معدن الانوار از شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف صفحہ ۲۲۴۔ مطبوعہ مصر)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں مشرق و مغرب میں ہر جگہ خدا تعالیٰ کی مملکت کا مالک ہوں اور اگر میں چاہوں تو خلقِ خدا کو ایک ہی لحظہ میں فنا کر دوں۔

مولوی صاحب! اب ہم آپ کا عنوان آپ پر ہی الٹا کر پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ محیی اور ممیت تھے یا نہیں کہ جس کو چاہیں زندہ رکھیں اور جس کو چاہیں فنا کر دیں حتیٰ کہ اگر چاہیں تو ساری مخلوق کو ہی فنا کر دیں۔

مولوی صاحب! یہ سب روحانی احیاء و افناء ہے جو بزرگان امت کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں عطا ہوا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس بحث کو ختم کریں۔ آخر میں آپ سے دوٹوک سوال یہ ہے کہ براہ کرم ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کے خاتم الاولیاء

والمحد ثین مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق ان کے خلیفہ برحق مولانا محمود الحسن صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ ۔

مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ صفحہ ۳۳۔ مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ)

مولانا! اگر یہ مردے روحانی تھے جن کو زندہ کیا گیا تو حضرت مرزا صاحب پر آپ کا اعتراض باطل ہے اور اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ صرف جھوٹے ہی نہیں فتنہ پرداز بھی ہیں۔ اور اگر یہ جسمانی مردے تھے اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے انہیں قبروں میں سے نکال کر دوبارہ ان کے گھروں میں بھیج دیا تھا تو براہ کرم ان مردوں کی جو زندہ کئے گئے ایک فہرست ہمیں بھی ارسال فرمادیں۔ اور اگر یہ فہرست مہیا نہ کر سکیں تو پھر مولانا محمود الحسن صاحب پر جو چاہیں فردِ جرم عائد کریں۔ یہ آپ کے اپنے گھر کا مسئلہ ہے۔ ہم اس میں دخل نہیں دیتے۔ ہاں جاتے جاتے ہمیں ایک فہرست ان قبر رسیدہ زندوں کی بھی بھجوا دیں جن کو مرنے نہیں دیا گیا تھا۔

☆☆☆

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے الہام اَنْتَ اِسْمِیْ الْاَعْلٰی کو بطور اعتراض تحریر کیا ہے۔

قارئین کرام! اسم کے معنی نام اور صفت کے ہوتے ہیں اور مرزا صاحب انسان ہیں۔ انسان کو مسمی اور موصوف تو کہا جا سکتا ہے۔ اسم اور صفت نہیں کہا جا سکتا۔ پس اس الہام میں کوئی لفظ بطور مضاف محذوف ماننا پڑے گا جیسا کہ عربی زبان میں مضاف اکثر حذف ہو جاتا ہے۔ پس یہاں پر اَنْتَ اور اِسْمِی کے درمیان مظہر کا لفظ بطور مضاف محذوف ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے خود اس الہام کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

’’تو میرے اسمِ اعلیٰ کا مظہر ہے یعنی ہمیشہ تجھ کو غلبہ ہوگا‘‘

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵۔ صفحہ ۳۱۵)

اس الہام میں بعینہٖ قرآن مجید کی اس آیت کا مضمون بیان کر دیا گیا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ (المجادلہ:۲۲) کہ خدا نے لکھ چھوڑا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی غالب رہیں گے۔ گویا ہر رسول خدا کے اسم اعلیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔

پس دیکھ لیجئے حضرت مرزا صاحب کا اپنا کیا ہوا ترجمہ قارئین سے چھپانا کس درجے کی بے ادبی ہے اور اپنا بنایا ہوا ترجمہ مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنا کیسی بددیانتی ہے۔

☆☆☆

دارالنجات

مولوی ابوالبشیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی درج ذیل عبارت کو قابلِ اعتراض قرار دیا ہے:۔

> ’’اب دیکھو! خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدارنجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے‘‘۔ (اربعین نمبر۴)

معزز قارئین! حضرت مرزا صاحب کی مذکورہ بالا کتاب کا پورا اقتباس یہ ہے۔ فرمایا:۔

> ’’چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فُلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا جیسا کہ ایک الہامِ الٰہی کی یہ عبارت ہے وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدارنجات ٹھیرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ منہ‘‘

(اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن۔ جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۳۵ حاشیہ)

اس اقتباس میں حضرت مرزا صاحب نے بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کی تعلیم شریعت کے احکام کی تجدید کے سوا کچھ نہیں اور یہی شریعت محمدیہ ہی باعثِ نجات ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

> ’’اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ وافضل سب نبیوں سے اور اتم واکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے‘‘۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ۱۔ صفحہ ۵۵۷، ۵۵۸۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

مہدی معہود کی آمد کی اغراض میں سے ایک بڑی غرض یہ بھی تھی کہ وہ شریعتِ محمدیہ کی اصل پر امت کو قائم کرے گا اور اس کی تجدید کرے گا بلکہ شریعتِ محمدیہ کا مجدد اعظم وہی ہوگا۔ اس لئے جب وہ شریعتِ محمدیہ کی اصل صورت کو پیش کر کے کہتا ہے کہ اس پر عمل کرو تو نجات پاؤ گے تو یہ مولوی اس پر شور مچاتے ہیں۔

مولوی صاحب ذرا واضح تو کریں کہ آخر وہ کونسی مصیبت تھی اور کونسا طوفان تھا جس سے نجات حاصل کرنے کے لئے امتِ مسلمہ ایک کسمپرسی کی حالت میں بڑی بیقراری سے یہ صدائیں بلند کر رہی تھی کہ

دین احمد کا زمانہ سے مٹا جاتا ہے نام
قہر ہے اے میرے اللہ! یہ ہوتا کیا ہے

کس لئے مہدیٔ برحق نہیں ظاہر ہوتے
دیر عیسیٰ کے اترنے میں خدایا کیا ہے

(الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح صفحہ ۱۳۳۔ مطبوعہ ۱۳۰۹ھ۔ از مولوی محمد بشیر سہوانی۔ مطبع انصاری دہلی۔ ص ۳)

اور بتائیں کہ مولوی ابوالخیر نواب نورالحسن خان صاحب چودھویں صدی کی دہلیز پر بیٹھے بڑے کربناک انتظار میں کیا کسی طوفان میں پھینکنے والے کی راہ دیکھ رہے تھے یا طوفان سے نجات دلانے والے کی؟ اور اندازے لگا رہے تھے کہ

''ظہور مہدی کا شروع تیرہویں صدی پر ہونا چاہئے تھا۔ مگر یہ صدی پوری گزر گئی تو مہدی نہ آئے۔ اب چودہویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔ اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل وعدل ورحم وکرم فرمائے۔ چار، چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں''۔

(اقتراب الساعۃ۔ صفحہ ۲۲۱۔ مطبع مفید عام آگرہ۔ ۱۳۰۱ھ)

مولانا! آپ کو شاید یہ علم نہیں کہ یہ بزرگ آپ ہی کے بڑے لیڈروں میں سے تھے۔ اب دیکھئے اہل تشیع کی حالت کہ مصیبتوں سے نجات دلانے والے کا انتظار کرتے کرتے کس طرح اپنی تھکاوٹ کا اظہار کرتے ہیں لیکن قوی امید میں ہیں کہ وہ آئے گا اور ضرور آئے گا کیونکہ اس کے آنے کی خبر سچوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ چنانچہ شیعہ عالم جناب اثر فدا بخاری لکھتے ہیں:۔

اب انتظار کرتے ہوئے تھک گئے ہیں ہم
ڈھلنے لگا ہے سایہ دیوار آیئے
اب آ بھی جایئے میرے منتظر امام
مدت سے منتظر ہیں عزادار آیئے

(معارف اسلام۔ صاحب الزمان نمبر۔ صفحہ ۳۶)

مولانا! یہ تو چند مثالیں ہیں جو آپ کو احساس دلانے کے لئے پیش کی ہیں ورنہ

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکان دیں
مہدی معہودؑ حق اب جلد ہوگا آشکار
کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے
کون تھا جس کو نہ تھا اس آنے والے سے پیار

ایک وہ وقت تھا کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غم کھانے والے اسے مصیبتوں سے نجات دلانے والے کے منتظر تھے اور ایک یہ وقت ہے کہ بے عرفان لوگ جن کے سامنے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اصل اور حقیقی صورت میں پیش کی جائے تا وہ نجات پائیں تو وہ اسے غلط اور قابلِ اعتراض قرار دے کر نہ صرف یہ کہ خود ٹھکراتے ہیں بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ پاک طینت اور سعادت مند مسلمان بھی اس سے محروم رہیں۔

مولوی صاحب! ہم حضرت مرزا صاحب کے اس اعلان کی طرف آپ کو توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا:۔

> ”یہ عاجز تو محض اسی غرض کے لئے بھیجا گیا ہے تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ دنیا کے مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن کریم لایا ہے اور دارالنجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے“۔

(حجۃ الاسلام۔ روحانی خزائن جلد۶۔ صفحہ ۵۲، ۵۳)

نیز فرمایا:

> ”میں یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا بلکہ وہ اس زندگی سے حصہ لے گا جس کو کبھی فنا نہیں“۔

مولوی صاحب! حضرت مرزا صاحب نے تو ہر جگہ یہی وضاحت فرمائی ہے کہ اصل

اور حقیقی نجات موقوف ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اور حقیقی اور اصل منجیؐ ہیں سید ولد آدم، شہنشاہ کون و مکان، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن بتائیں کہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے اس قسمیہ دعوی میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کونسی گنجائش باقی رکھی گئی ہے؟ وہ فرماتے ہیں: ۔

> ’’سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر‘‘۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲۔ صفحہ ۱۷)

☆ ☆ ☆

میں خدائے وقت ہوں

مولوی ابوالبشیر صاحب نے دو افتراء باندھنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کے ایک ہی کشف کو دو دفعہ اپنے مفتریانہ مکر کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک دفعہ پورا کشف تحریر کیا اور دوسری مرتبہ اسی کشف کا ایک حصہ۔ اور عنوان یہ لگائے ہیں:

''میں خدا ہوں'' ''میں خالق ہوں''

جس کشف پر مولوی صاحب نے اپنے مفتریانہ عنوان لگائے ہیں وہ یہ ہے:۔

''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں ...... اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ ...... میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی ...... اور اس حالت میں، میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا، جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم ۔ یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت میرے پر ظاہر

ہوئے''۔

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳۔ صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۵)

قارئین کرام! مولوی صاحب نے اپنے افتراء کو پکا اور مضبوط بنانے کے لئے اس کشف کی خوب کتر بیونت کی ہے۔ کشفی حالت کے بیان میں وہ فقرات جن سے آپ کا خدا تعالیٰ میں محو ہونا لیکن خدا تعالیٰ سے علیحدہ وجود ہونا ثابت ہوتا ہے وہ مولوی صاحب نے حذف کر دیئے ہیں۔ مثلاً

> ''اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا''۔
>
> ''میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا''۔
>
> ''اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں''۔ وغیرہ

مولوی صاحب نے بڑی ہوشیاری سے یہ فقرات نکال دیئے ہیں۔ کیونکہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب خدا نہیں بلکہ عالمِ کشف میں خدا تعالیٰ کی کامل تجلی آپ پر نازل ہوئی ہے۔ چونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھتا تھا اسی لئے مولوی صاحب نے تلبیس سے کام لیتے ہوئے یہاں عنوان یہ باندھ دیئے کہ ''میں خدا ہوں'' اور ''میں خالق ہوں'' گویا خود حضرت مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ خدا اور خالق تھے۔

جہاں تک خدا ہونے اور خدائی کے دعووں کا تعلق ہے۔ ہم گذشتہ صفحات میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ اور حضرت منصور حلاجؒ کے ذکر کے ساتھ ان کے خدائی کے دعووں کو بھی درج کر آئے ہیں۔ مزید بزرگان سلف کے ایسے دعووں کے ذکر کی یہاں چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ جذب اور محویت کے عالم میں ایسے پاک اور باخدا انسان ایسے نعرے لگاتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ایسے بزرگان

امت   کی مخالفت کرنے والے، ان کی تکفیر کرنے والے اور ان کو اذیتیں دینے والے کس قماش کے لوگ تھے لیکن چونکہ یہ مولوی صاحب سب حقائق جانتے ہوئے بھی بے باکی سے باز نہیں آتے اس لئے چند مزید بزرگان امت کے متعلق ہم تحریر کئے دیتے ہیں چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے اعلان کیا:۔

''میں خدائے وقت ہوں''۔

(تذکرۃ الاولیاء از خواجہ فریدالدین عطار۔ اردو ترجمہ پروفیسر ملک محمد عنایت اللہ ایم اے۔ ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور)

حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا:۔

''سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ''

یعنی میں انتہائی بلند شان والا خدائے سبحان ہوں!

نیز فرمایا:۔

''لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِیْ''

کہ نہیں کوئی معبود سوائے میرے پس میری عبادت کرو۔

(فوائد فریدیہ از خواجہ غلام فرید۔ صفحہ ۷۳۔ اردو ترجمہ از فقیر معینی شاہ جمالی۔ باراول)

حضرت حسین بن منصورؒ سے ایک شخص نے کہا کہ ''تو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ تو حضرت حسین نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر۔ تو نے میری قدر کم کر دی۔ میں تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہوں تو پیغمبری کا دعویٰ کہتا ہے''۔

(فوائد فریدیہ از خواجہ غلام فرید۔ صفحہ ۷۶۔ اردو ترجمہ از فقیر معینی شاہ جمالی باراول)

جہاں تک نئی زمین اور نئے آسمان کی تخلیق کا تعلق ہے۔ یہ مولوی صاحب کی حد درجہ کی بد دیانتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جب اس کشف کی تعبیر فرما دی تھی تو انہیں زیادہ سے زیادہ یہ حق حاصل تھا کہ وہ تعبیر نہ مانتے اور اس پر اعتراض کر دیتے لیکن تعبیر سے صرفِ

نظر کرتے ہوئے صاحبِ کشف پر اعتراض کر دینا اور اس کے کشف کو ظاہر پر محمول کرنا تو کوئی انصاف نہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے اس کشف کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

’’اِنَّ ھٰذَا الْخَلْقَ الَّذِیْ رَأَیْتُهٗ اِشَارَةٌ اِلٰی تَائِیْدَاتٍ سَمَاوِیَّةٍ وَاَرْضِیَّةٍ‘‘

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵۔ صفحہ ۵۶۶)

کہ یہ زمین و آسمان کی جو تخلیق میں نے خواب میں دیکھی تو یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آسمانی اور زمینی تائیدات میرے ساتھ ہوں گی۔

پھر فرمایا:

> ’’خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنا دے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں‘‘۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹۔ صفحہ ۷)

اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ’’ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے‘‘۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ حاشیہ صفحہ ۱۰۲)

پس اس کشف کی اتنی وضاحت کے ساتھ تعبیر جو حضرت مرزا صاحب نے کی ہے۔ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آپ کے اس کشف کی وجہ سے آپ پر خدا اور خالق ہونے کا الزام لگانے والا شخص جھوٹا ہی نہیں، فتنہ پرداز بھی ہے۔

☆ ☆ ☆

عقائد حقہ اسلامیہ

مولوی ابوالبشیر عرفانی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ عقائد اور تعالیم کو بڑی تعلّی سے باطل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ گویا آپ نے ’’عقائد باطلہ ایجاد کر کے وہ گل کھلائے کہ الامان والحفیظ‘‘۔

معزز قارئین! حضرت مرزا صاحب نے جو عقائد اور تعلیم پیش فرمائی وہ یہ ہے کہ:۔

’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے‘‘۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰)

یہ مذہب اور یہ عقائد مولوی صاحب کے نزدیک باطل ہیں۔

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

’’۱۔ ہم لوگ یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور اس کی ہستی پر ایمان لانا سب سے بڑی صداقت کا اقرار کرنا ہے نہ کہ وہم و گمان کی اتباع۔

۲۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں، اس کے سوا باقی سب کچھ مخلوق ہے اور ہر آن اس کی امداد اور

سہارے کی محتاج ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے، نہ بیٹی، نہ باپ، نہ ماں، نہ بیوی، نہ بھائی وہ اپنی توحید اور تفرید میں اکیلا ہے۔

۳۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور تمام عیوب سے منزّہ ہے اور تمام خوبیوں کی جامع ہے۔ کوئی عیب نہیں جو اس میں پایا جاتا ہو اور کوئی خوبی نہیں جو اس میں پائی نہ جاتی ہو۔ اس کی قدرت لا انتہاء ہے، اس کا علم غیر محدود، اس نے ہر ایک شے کا احاطہ کیا ہے اور کوئی چیز نہیں جو اس کا احاطہ کر سکے وہ اول ہے، وہ آخر ہے، وہ ظاہر ہے، وہ باطن ہے، وہ خالق ہے جمیع کائنات کا اور مالک ہے کل مخلوقات کا۔ اس کا تصرف نہ کبھی پہلے باطل ہوا نہ اب باطل ہے نہ آئندہ باطل ہوگا وہ زندہ ہے اس پر کبھی موت نہیں، وہ قائم ہے اس پر کبھی زوال نہیں۔ اس کے تمام کام ارادے سے ہوتے ہیں نہ کہ اضطراری طور پر۔ اب بھی وہ اسی طرح دنیا پر حکومت کر رہا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا، اس کی صفات کسی وقت بھی معطل نہیں ہوتیں۔ وہ ہر وقت اپنی قدرت نمائی کر رہا ہے۔

۴۔ ہم یقین رکھتے ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں اور یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (النحل: ٦٧) کے مصداق ہیں۔ اس کی حکمت کاملہ نے انہیں مختلف قسم کے کاموں کے لئے پیدا کیا ہے وہ واقع میں موجود ہیں، ان کا ذکر استعارۃً نہیں ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح کہ انسان یا دیگر مخلوقات، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے ان کا محتاج نہیں۔ وہ اگر چاہتا تو بغیر ان کو پیدا کرنے کے اپنی مرضی ظاہر کرتا۔ مگر اس کی حکمتِ کاملہ نے اس مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اور وہ پیدا ہوگئی۔ جس طرح سورج کی روشنی کے ذریعہ سے انسانی آنکھوں کو منور کرنے اور روٹی سے اس کا پیٹ بھرنے سے اللہ تعالیٰ سورج اور روٹی کا محتاج نہیں ہو جاتا اسی طرح ملائکہ کے ذریعہ سے اپنے بعض ارادوں کے

اظہار سے وہ ملائکہ کا محتاج نہیں ہو جاتا۔

۵۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور اپنی مرضی ان پر ظاہر کرتا ہے یہ کلام خاص الفاظ میں نازل ہوتا ہے اور اس کے نزول میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہوتا نہ اس کا مطلب بندے کا سوچا ہوا ہوتا ہے نہ اس کے الفاظ بندے کے تجویز کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ معنی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اور الفاظ بھی اسی کی طرف سے۔ وہی کلام انسان کی حقیقی غذا ہے اور اسی سے انسان زندہ رہتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے اسے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ وہ کلام اپنی قوت اور شوکت میں بے مثل ہوتا ہے اور اس کی مثال کوئی بندہ نہیں لا سکتا۔ وہ علوم کے بیشمار خزانے اپنے ساتھ لاتا ہے اور ایک کان کی طرح ہوتا ہے جسے جس قدر کھودو اسی قدر اس میں سے قیمتی جواہرات نکلتے چلے آتے ہیں بلکہ کانوں سے بھی بڑھ کر۔ کیونکہ ان کے خزینے ختم ہو جاتے ہیں مگر اس کلام کے معارف ختم نہیں ہوتے۔ یہ کلام ایک سمندر کی طرح ہوتا ہے جس کی سطح پر عنبر تیرتا پھرتا ہے اور جس کی تہ پر موتی بچھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو اس کے ظاہر پر نظر کرتا ہے اس کی خوشبو کی مہک سے اپنے دماغ کو معطر پاتا ہے اور جو اس کے اندر غوطہ لگاتا ہے دولتِ علم و عرفان سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

یہ کلام کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی احکام و شرائع پر مشتمل ہوتا ہے کبھی مواعظ و نصائح پر، کبھی اس کے ذریعے سے علم غیب کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کبھی علم روحانی کے دفینے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ کبھی اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے اور کبھی اپنی ناپسندیدگی کا علم دیتا ہے۔ کبھی پیار اور محبت کی باتوں سے اس کے دل کو خوش کرتا ہے اور کبھی زجر و توبیخ سے اسے اس کے فرض کی طرف متوجہ کرتا ہے کبھی اخلاقِ فاضلہ کے باریک راز کھولتا ہے

کبھی مخفی بدیوں کا علم دیتا ہے۔

غرض ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور وہ کلام مختلف حالات اور مختلف انسانوں کے مطابق مختلف مدارج کا ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں نازل ہوتا ہے اور تمام کلاموں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کئے ہیں قرآن کریم اعلیٰ اور افضل اور اکمل ہے اور اس میں جو شریعت نازل ہوئی ہے اور جو ہدایت دی گئی ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہے، کوئی آئندہ کلام اسے منسوخ نہیں کرے گا۔

۶۔ اسی طرح ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی دنیا تاریکی سے بھر گئی ہے اور لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بلا آسمانی مدد کے شیطان کے پنجے سے رہائی پانا ان کے لئے مشکل ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنی شفقت کاملہ اور رحمِ بے اندازہ کے سبب اپنے نیک اور پاک اور مخلص بندوں میں سے بعض کو منتخب کر کے دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (سورۃ فاطر: ۲۵) یعنی کوئی قوم نہیں ہے جس میں ہماری طرف سے نبی نہ آ چکا ہو اور یہ بندے اپنے پاکیزہ عمل اور بے عیب رویہ سے لوگوں کے لئے خضرِ راہ بنتے رہے ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ اپنی مرضی سے دنیا کو آگاہ کرتا رہا ہے جن لوگوں نے ان سے منہ موڑا وہ ہلاکت کو سونپے گئے اور جنہوں نے ان سے پیار کیا وہ خدا کے پیارے ہو گئے اور برکتوں کے دروازے ان کے لئے کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر نازل ہوئیں اور اپنے سے بعد کو آنے والوں کے لئے وہ سردار مقرر کئے گئے اور دونوں جہانوں کی بہتری ان کے لئے مقدر کی گئی۔

اور ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہ خدا کے فرستادے جو دنیا کو بدی کی ظلمت سے

نکال کر نیکی کی روشنی کی طرف لاتے رہے ہیں، مختلف مدارج اور مختلف مقامات پر فائز تھے اور ان سب کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے سید ولد آدم قرار دیا اور کافۃ للناس مبعوث فرمایا۔ اور جن پر اس نے تمام علومِ کاملہ ظاہر کئے اور جن کی اس نے اس رعب وشوکت سے مدد کی کہ بڑے بڑے جابر بادشاہ ان کے نام کو سن کر تھرا اٹھتے تھے اور جن کے لئے اس نے تمام زمین کو مسجد بنا دیا۔ حتیٰ کہ چپہ چپہ زمین پر ان کی امت نے خدائے وحدہ لاشریک کے لئے سجدہ کیا اور زمین عدل وانصاف سے بھر گئی۔ بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر پہلے انبیاء بھی اس نبیٔ کامل کے وقت میں ہوتے تو انہیں اس کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: ۸۲) اور جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِىْ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت آل عمران ۸۱) اگر موسیٰ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

۷۔ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی مشکلات کو ٹالتا ہے وہ ایک زندہ خدا ہے جس کی زندگی کو انسان ہر زمانے میں اور ہر وقت محسوس کرتا ہے۔ اس کی مثال اس سیڑھی کی نہیں جسے کنواں بنانے والا بناتا ہے اور جب وہ کنواں مکمل ہو جاتا ہے تو سیڑھی کو توڑ ڈالتا ہے کہ اب وہ کسی مَصرف کی نہیں رہی اور کام میں حارج ہوگی۔ بلکہ اس کی مثال اس نور کی ہے کہ جس کے بغیر سب کچھ اندھیرا ہے اور اس روح کی ہے جس کے بغیر چاروں

طرف موت ہی موت ہے۔ اس کے وجود کو بندوں سے جدا کر دو تو وہ ایک جسم بے جان رہ جاتے ہیں یہ نہیں کہ اس نے کبھی دنیا کو پیدا کیا اور اب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ وہ ہر وقت اپنے بندوں سے تعلق رکھتا ہے اور ان کے عجز وانکسار پر توجہ کرتا ہے اور اگر وہ اسے بھول جائیں تو وہ خود اپنا وجود انہیں یاد دلاتا ہے اور اپنے خاص پیغام رسانوں کے ذریعے ان کو بتاتا ہے کہ اِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ: ۱۸۷) میں قریب ہوں ہر ایک پکارنے والے کی آواز کو جب وہ مجھے پکارتا ہے سنتا ہوں۔ پس چاہئے کہ وہ میری باتوں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔

۸۔ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص الخاص تقدیر کو دنیا میں جاری کرتا رہتا ہے۔ صرف یہی قانونِ قدرت اس کی طرف سے جاری نہیں جو طبعی قانون کہلاتا ہے بلکہ اس کے علاوہ اس کی ایک خاص تقدیر بھی جاری ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی قوت اور شوکت کا اظہار کرتا ہے اور اپنی قدرت کا پتہ دیتا ہے یہ وہی قدرت ہے جس کا بعض نادان اپنی کم علمی کی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں اور سوائے طبعی قانون کے اور کسی قانون کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے قانونِ قدرت کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ طبعی قانون تو کہلا سکتا ہے مگر قانون قدرت نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس کے سوا اس کے اور بھی قانون ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے پیاروں کی مدد کرتا ہے اور ان کے دشمنوں کو تباہ کرتا ہے۔ بھلا اگر ایسے کوئی قانون موجود نہ ہوتے تو کس طرح ممکن تھا کہ ضعیف و کمزور موسیٰؑ فرعون جیسے جابر بادشاہ پر غالب آ جاتا۔ یہ اپنے ضعف کے باوجود عروج پا جاتا اور وہ اپنی طاقت کے باوجود برباد ہو جاتا۔ پھر اگر کوئی اور قانون نہیں تو کس طرح ہو سکتا تھا کہ سارا عرب مل کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تباہی کے درپے ہوتا مگر اللہ تعالیٰ آپ

کو ہر میدان میں غالب کرتا اور ہر حملہ دشمن سے محفوظ رکھتا اور آخر دس ہزار قدوسیوں سمیت اس سرزمین پر آپؐ چڑھ آتے جس میں صرف ایک جان نثار کی معیت میں آپؐ کو نکلنا پڑا تھا۔ کیا قانون طبعی ایسے واقعات پیش کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ قانون تو ہمیں یہی بتاتا ہے کہ ہر ادنیٰ طاقت اعلیٰ طاقت کے مقابل پر توڑ دی جاتی ہے اور ہر کمزور طاقتور کے ہاتھوں سے ہلاک ہوتا ہے۔

۹۔ ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان پھر اٹھایا جائے گا اور اس کے اعمال کا اس سے حساب لیا جائے گا۔ جو اچھے اعمال کرنے والا ہوگا اس سے نیک سلوک کیا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑنے والا ہوگا اسے سخت سزا دی جائے گی اور کوئی تدبیر نہیں جو انسان کو اس بعثت سے بچا سکے۔ خواہ اس کے جسم کو ہوا کے پرندے یا جنگل کے درندے کھا جائیں۔ خواہ زمین کے کیڑے اس کے ذرے ذرے کو جدا کردیں اور پھر ان کو دوسری شکلوں میں تبدیل کردیں اور خواہ اس کی ہڈیاں تک جلا دی جائیں۔ وہ پھر بھی اٹھایا جائے گا اور اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے حساب دے گا۔ کیونکہ اس کی قدرت کاملہ اس امر کی محتاج نہیں کہ اس کا پہلا جسم ہی موجود ہو تب ہی وہ اس کو پیدا کرسکتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ اس کے باریک سے باریک ذرہ یا لطیف حصہ روح سے بھی پھر اس کو پیدا کرسکتا ہے اور ہوگا بھی اسی طرح۔ جسم خاک ہو جاتے ہیں مگر ان کے باریک ذرات فنا نہیں ہوتے اور نہ وہ روح جو جسم انسانی میں ہوتی ہے خدا کے اذن کے بغیر فنا ہوسکتی ہے۔

۱۰۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منکر اور اس کے دین کے مخالف اگر وہ ان کو اپنی رحمت کاملہ سے بخش نہ دے، ایک ایسے مقام پر رکھے جائیں گے جسے جہنم کہتے ہیں اور جس میں آگ اور شدید سردی کا عذاب ہوگا جس کی غرض محض تکلیف دینا نہ ہوگی بلکہ ان میں ان لوگوں کی آئندہ اصلاح مدنظر ہوگی۔ اس جگہ

سوائے رونے اور پیٹنے اور دانت پیسنے کے ان کے لئے کچھ نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ دن آجائے جب اللہ تعالیٰ کا رحم ہر چیز پر غالب ہے ان کو ڈھانپ لے اور **یَاتِیْ عَلٰی جَھَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ وَ نَسِیْمُ الصَّبَا تُحَرِّکُ اَبْوَابَھَا** کا وعدہ پورا ہو جائے۔ (تفسیر معالم التنزیل زیر آیت فاما الذین شقوا۔ ھود: ۱۰۷)

۱۱۔ اور ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان لانے والے ہیں اور اس کے احکام پر جان و دل سے ایمان لاتے ہیں اور انکسار اور عاجزی کی راہوں پر چلتے ہیں اور بڑے ہو کر چھوٹے بنتے ہیں۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت گذاری کرتے ہیں اور اپنے آرام پر لوگوں کی راحت کو مقدم رکھتے ہیں اور ظلم اور تعدی اور خیانت سے پرہیز کرتے ہیں اور اخلاق فاضلہ کے حامل ہوتے ہیں اور اخلاق رذیلہ سے مجتنب رہتے ہیں وہ لوگ ایک ایسے مقام پر رکھے جائیں گے جسے جنت کہتے ہیں اور جس میں راحت اور چین کے سوا دکھ اور تکلیف کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی رضا انسان کو حاصل ہوگی اور اس کا دیدار اسے نصیب ہوگا اور وہ اس کے فضل کی چادر میں لپیٹا جا کر اس کا ایسا قرب حاصل کرے گا کہ گویا اس کا آئینہ ہو جائے گا اور صفاتِ الٰہیہ اس میں کامل طور پر جلوہ گر ہوں گی۔ اور اس کی ساری ادنیٰ خواہشات مٹ جائیں گی اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہو جائے گی اور وہ ابدی زندگی پا کر خدا کا مظہر ہو جائے گا۔‘‘

(دعوۃ الامیر صفحہ ۴ تا ۱۰ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

یہ ہمارے عقائد ہیں اور تمام آئمہ (دین حق) انہی باتوں کو عقائد (دین حق) قرار دیتے چلے آئے ہیں کیونکہ یہی عقائد ہیں جو قرآن کریم اور سنت و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان ہوئے اور انہی عقائد کا پابند ہونے کی ہمیں حضرت مرزا صاحب نے تعلیم دی اور تلقین کی۔ اور یہی وہ عقائد ہیں جنہیں یہ مولوی صاحب عقائدِ باطلہ قرار دیتے ہیں!!

سچائی کے گن

مولوی ابوالبشیر صاحب نے نبوت و مہدویت کے جھوٹے مدعیان کی ایک فہرست اپنے پمفلٹ میں شامل کی ہے اور قرآنی ہدایت لَاتَلْبِسُوْا الْحَقَّ بَالْبَاطِلِ کو ٹھکراتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کا نام بھی ازراہ دجل اس فہرست میں شامل کیا ہے۔ اور انہیں بھی تیس دجالوں والی حدیث کا مصداق قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

معزز قارئین! گذشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی ابوالبشیر عرفانی کی ہر بات جھوٹی تھی اور اس کا ہر اعتراض باطل تھا۔ اسی طرح اس کا یہ پرفریب اور دجل سے بھرپور حملہ بھی خود اسی پر الٹتا ہے اور اسے ہی جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ طویل بحث کی بجائے ہم صرف اس زمانہ کے مأمور من اللہ حضرت مرزا صاحب کی درج ذیل دعوت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ کیا جھوٹ کے یہی گن ہوتے ہیں؟ اور اس کے برعکس کیا نام نہاد سچوں کا فرار اور اس دعوت سے گریز ان کے جھوٹ کو ثابت نہیں کرتا؟ اور کیا وہ جسے جھوٹا قرار دیا جارہا ہو لیکن خدا تعالیٰ کی تائیدات اور اس کی نصرتیں اس کے شامل حال ہوں وہی اور صرف وہی قبول کرنے کے لائق نہیں؟ یا وہ قبول کرنے کے لائق ہے جو بظاہر سچا ہونے کے دعوے کرے مگر خدا تعالیٰ کی تائید تو کیا، اس کی نظروں سے بھی وہ دور ہو؟ سوچنے کا مقام یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

نیز فرمایا:۔

''دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے............

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔ اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر میں حیّ وقیّوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مأمورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مأمورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے

مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو“۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۹، ۵۰)

اور فرمایا:۔

”میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں .... کوئی زمین پر نہیں مر سکتا جب تک آسمان پر نہ مارا جائے۔ میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں .... اے خدا! تو اس امت پر رحم کر۔ آمین“

(اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۷۱ تا ۴۷۳)

وما علینا الا البلاغ

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆ ☆ ☆

(صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے)

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ

رسالہ الہامی گرگٹ کے

بازاری تمسخر

کا

جواب

'Bazari Tamaskhar'

CHEAP JOKE

(in Urdu)

Maulvi Abul Bashir Irfani Sahib' the President of Majlis-e-Khatm-e-Nabuwwat of Ahmad Pur Sharqiyya' has published a booklet under the cabtion 'Ilhami Girgat' to falsify the claim of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian the Promised Messiah and Mahdi. The language used is extremely cheap and indecent and the arguments given are no more than dis graceful derisions.

The Maulvi Sahib has cited different claims of Hazrat Promised Messiah to prove him a liar and he has crossed the limits of all decency and courtesy in his dare-devil impudence.

In the book 'under review all the objections raised and the arguments given have been shattered by disclosing the facts and truth with the power of forceful arguments from the Holy Quran and Sunnah.

The readers may come across some harsh words at some places for which we apologise but we deem it essential to say that the expression of this bitterness on our part bears no proportion to the poison with which the Maulvi Sahib has coated every word of the above mentioned book' Hence we were forced to resort to this somewhat harsh attitude reluctantly' hesitantly or againset our will.